ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

جلد نمبر 32...شمارہ نمبر...12...دسمبر 2024

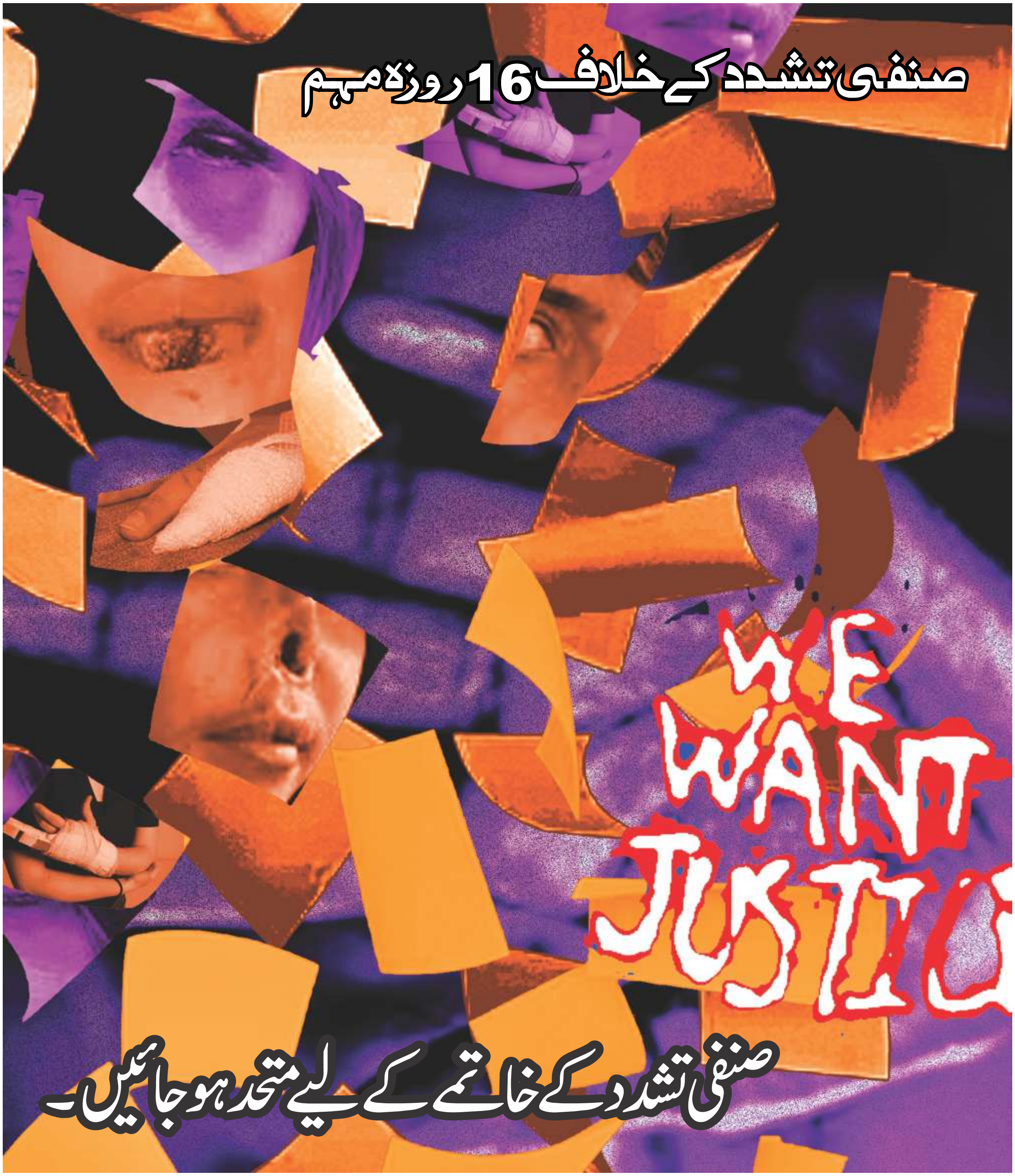

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:					
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ		
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ			
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع			
4-کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں			
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)					
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل					
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ		
8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				
رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع	

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف ُ پُر کرکے بھیجیں

پنجاب کالج میں ریپ کے الزامات میں بظاہر کوئی صداقت نظر نہیں آ رہی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اور اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل کے مشترکہ فیکٹ فائنڈنگ مشن کا کہنا ہے کہ فورینسک شواہد اور قابل بھروسہ شہادتوں کی عدم موجودگی میں یہ حتمی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اکتوبر 2024 کے اوائل میں لاہور کے ایک نجی کالج میں ایک طالبہ کے ریپ کے الزامات حقیقت پر مبنی تھے۔

اس حوالے سے پیش آنے والے کئی واقعات نے پنجاب کالج کے کیمپس نمبر 10 کے طالبعلموں میں شبہات اور بداعتمادی کی فضا پیدا کر دی تھی جیسے کہ سوشل میڈیا پر ریپ کے غیر مصدقہ دعووں سے متعلق مواد کی تشہیر، سرکاری نمائندوں کے متضاد بیانات (جنہوں نے پہلے الزامات کی تصدیق اور بعد میں تردید کی)، اور الزامات پر کالج انتظامیہ کا تاخیری اور غیر معقول ردعمل۔

مشن نے 14 اکتوبر کو کیمپس 10 میں سینکڑوں طالبعلموں کے خلاف طاقت کے بے جا استعمال کی شدید مذمت کی ہے۔ ان طالبعلموں نے مبینہ ریپ کا نشانہ بننے والی طالبہ کے لیے 'انصاف' کا مطالبہ کرنے کے لیے بہت بڑے احتجاج کا اہتمام کیا تھا تاہم اس پر انہیں پولیس تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔

البتہ، آن لائن پلیٹ فارمز پر بہت زیادہ شور و غل سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دیگر فریقین نے طالبعلموں کے بیانیے کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے اور سوشل میڈیا پر اپنا دائرہ کار بڑھانے کی کوشش کی ہے۔

مشن کے مشاہدے کے مطابق، طالبعلموں کے ردعمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں سیکیورٹی کی صورت حال اور جنسی ہراسانی کے مسلسل واقعات اور متاثرین ہی کو مورد الزام ٹھہرانے کی روش سے بہت زیادہ نالاں ہیں۔ مسئلے کے حل کے لیے کیمپس کے منتظمین کی بظاہر عدم دلچسپی اور پولیس و کالج انتظامیہ پر شدید بداعتمادی نے حالات کو اور زیادہ خراب کیا ہے۔ مشن کا کہنا ہے کہ طالبعلموں کے غصے کو محض اس وجہ سے نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے کہ وہ من گھڑت معلومات ملنے کی وجہ سے مشتعل تھے۔ تاہم، من گھڑت معلومات کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کے پیش نظر یہ بھی ضروری ہے کہ ڈیجیٹل خواندگی اور حقائق کا ادراک آسان بنانے کے لیے باقاعدگی کے ساتھ عوامی سطح پر ایک سے زیادہ نتیجہ خیز شعوری مہم چلائی جائے۔

دیگر سفارشات کے ساتھ ساتھ، مشن یہ تجویز بھی پیش کرتا ہے کہ کیمپس 10 پر اکتوبر کے پہلے دو ہفتوں کے دورانیے کی سی سی ٹی وی فوٹیج کا فورینسک معائنہ کروایا جائے۔ علاوہ ازیں، طالبعلموں پر تشدد کرنے اور مبینہ جرم کے الزام میں ایک شخص کو ایف آئی آر کے بغیر حراست میں رکھنے پر پولیس کا محاسبہ کیا جائے۔ تاہم، مشن کا پرزور مطالبہ ہے کہ تعلیمی اداروں میں ہراسانی اور جنسی تشدد کے الزامات کو ہمیشہ سنجیدہ لیا جائے اور تمام تعلیمی اداروں میں انسداد ہراسانی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو حقِ رازداری کی حفاظت کے ساتھ طالبعلموں کی دسترس میں ہوں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ یکم نومبر 2024]

فہرست

پریس ریلیزیں	03
کمسن بچی کے مبینہ قتل اور جنسی تشدد پر فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ	06
اسموگ پاکستان کا پانچواں موسم۔۔۔!	08
پاکستان میں سوشل میڈیا ہراسانی اور بلیک میلنگ	09
پاکستان: ایک سال میں ساڑھے سات لاکھ افغان مہاجر ملک بدر	10
شمالی پاکستان میں داخلی نوآبادیاتی نظام کا ثقافتی حقوق پر اثر	11
ضلعی انتظامیہ کی جانب سے ڈیرہ غازی خان پریس کلب کی بندش	13
ڈیجیٹل لٹریسی وقت کی اہم ضرورت ہے	14
قلم آزاد	15
پاکستان: یو این سربراہ کی پاراچنار میں حملوں اور ہلاکتوں کی مذمت	16
بچوں کے مستقبل کو کئی محاذوں پر سنگین خطرات لاحق، یونیسف رپورٹ	20
گورنمنٹ کالج کی حالت زار	21

انسدادِ دہشت گردی ایکٹ میں ترمیم منصفانہ ٹرائل اور معین قانونی ضابطے کے حق کے منافی ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حال ہی میں متعارف کیے گئے انسدادِ دہشت گردی (ترمیمی) بل 2024 پر تشویش کا اظہار کیا ہے، جس کے تحت ریاست کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ محض 'قابلِ اعتبار معلومات' یا 'معقول شک' کی بنیاد پر، بغیر عدالتی نگرانی کے، لوگوں کو قومی سلامتی یا امن عامہ کے لئے خطرہ سمجھتے ہوئے تین ماہ تک 'تحقیقات' کے لیے حراست میں رکھ سکتی ہے۔

ایچ آر سی پی حالیہ بڑھتی ہوئی عسکریت پسندی اور قیمتی جانوں کے بڑے پیمانے پر ضیاع کے پیشِ نظر ملک کی بگڑتی ہوئی سلامتی اور امن و امان کی صورتحال سے نمٹنے کی فوری ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ تاہم، امتناعی حراست مسئلے کا حل نہیں ہے کیونکہ ایسے اختیارات کے غلط استعمال کا خدشہ رہتا ہے۔

بدقسمتی سے، ریاست کا ایسے قوانین کے منصفانہ، شفاف اور مناسب استعمال کا ریکارڈ مایوس کن رہا ہے۔ یہ بات ماحولیاتی انصاف کے کارکن بابا جان اور سابق قانون ساز علی وزیر کی طویل حراست سے ظاہر ہوتی ہے، جن پر دہشت گردی کو ہوا دینے کے بے بنیاد الزامات لگائے گئے، اور حالیہ دنوں میں حقوق کی کارکن ماہرنگ بلوچ کا فورتھ شیڈول میں شامل ہونا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ موجودہ سیاسی حالات میں یہ خدشہ بھی ہے کہ امتناعی حراست کو سیاسی حریفوں کے خلاف استعمال کیا جاسکتا ہے۔

خاص تشویش کی بات یہ ہے کہ بل مسلح افواج کو محض شک کی بنیاد پر لوگوں کو بغیر عدالتی نگرانی کے حراست میں رکھنے کا اختیار بھی دیتا ہے۔ یہ نہ صرف جبری گمشدگیوں اور حراستی مراکز کے استعمال کو قانونی حیثیت دینے کے مترادف ہے بلکہ یہ دستور کے آرٹیکل 10 اور 10 اے کے تحت منصفانہ سماعت اور معین قانونی ضابطے کے تحت سلوک کے حق کے بھی منافی ہے۔

مزید برآں، اس طرح کی حراست کی وجوہات غیر واضح اور جانبدارانہ ہیں اور شہری و سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کے آرٹیکل 4، پیراگراف 1 کے تحت حقوق کے معطل کیے جانے کی شرط کو پورا نہیں کرتیں۔ اس لحاظ سے، یہ ترمیم عارضی یا مخصوص حالات کے بجائے غیر محدود اختیارات فراہم کرتی ہے۔

ایچ آر سی پی حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اس بل کو واپس لیا جائے اور ایسی قانون سازی اور لائحہ عمل اپنایا جائے جس کو شہریوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے لئے غلط استعمال نہ کیا جاسکے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 3 نومبر 2024]

ایچ آر سی پی کُرم کے بحران پر فوری کارروائی کا مطالبہ کرتا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) خیبر پختونخوا کے ضلع کرم میں جاری قبائلی اور فرقہ وارانہ تصادم کی سنگین صورتحال پر فوری توجہ دینے کا مطالبہ کرتا ہے، جس کے نتیجے میں متعدد افراد ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہو چکے ہیں۔

حریف قبائل اور فرقوں کے مابین بڑھتی ہوئی جھڑپوں کی وجہ سے ضلع بقیہ صوبے سے کٹ کر رہ گیا ہے۔ صورتحال کو قابو میں رکھنے کے لئے سڑکیں بند کر دی گئی ہیں اور موبائل فون سروس بھی معطل کر دی گئی ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ اقدامات نہ صرف مسلسل ناکام ثابت ہوئے ہیں بلکہ ان کی وجہ سے مقامی لوگوں کی غذائی اشیاء، ایندھن اور طبی امداد تک رسائی بھی وقتاً فوقتاً متاثر ہوئی ہے۔ اسکولوں کو بھی وقفے وقفے سے بند کرنا پڑا ہے، جبکہ کئی موقعوں پر ان پابندیوں کے باعث بیمار بچے اور بزرگ افراد بروقت علاج نہ ملنے کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

اگرچہ مخالف گروہوں کے درمیان جون 2023 اور پھر اکتوبر میں جنگ بندی پر اتفاق ہوا تھا اور اس دوران قبائلی عمائدین اور حکام کے درمیان کئی جرگے بھی منعقد ہوئے تھے، مگر کرم میں تشدد بدستور جاری ہے۔ رواں سال جولائی میں ہونے والے تنازع میں اندازاً 49 افراد ہلاک اور کم از کم 190 زخمی ہوئے۔ ستمبر میں مزید 21 افراد ہلاک ہوئے، اور اکتوبر میں کم از کم 11 افراد کی ہلاکتیں رپورٹ ہوئیں، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔

ایچ آر سی پی اس بات پر بھی سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ مسلح اور تربیت یافتہ عسکریت پسند مبینہ طور پر اس تشدد میں ملوث رہے ہیں۔ اس الزام کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہیے اور اس کی تحقیقات کی جانی چاہیے۔ یہ حقیقت کہ مقامی مخالف گروپ بھاری اسلحے تک رسائی رکھتے ہیں، اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ریاست اس علاقے میں ہتھیاروں کے پھیلاؤ کو روکنے میں ناکام رہی ہے۔

کرم کے مکینوں کو سال بھر جس طویل اذیت اور تشدد کا سامنا کرنا پڑا ہے، وہ نیا معمول نہیں بننا چاہیے، کیونکہ یہ صورتحال پہلے ہی انسانی بحران کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ ریاست کو کرم کے مضطرب مکینوں، جو اس تنازع کا جلد از جلد خاتمہ چاہتے ہیں، کی طرف سے کیے جانے والے امن مارچ کی کال پر توجہ دینی چاہیے۔

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے زندگی اور سلامتی کے حق کا تحفظ کرے، تشدد کے مرتکب افراد کا سراغ لگا کر انہیں انصاف کے کٹہرے میں لائے اور تمام متعلقہ فریقین کے ساتھ مل کر تنازعے کے حل کے لیے سنجیدہ مذاکرات کا انعقاد کرے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 7 نومبر 2024]

ایچ آر سی پی کی جنرل باڈی سویلین خودمختاری، ماحولیاتی انصاف اور مالکانہ حقوق پر اتفاقِ رائے کا مطالبہ کرتی ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جنرل باڈی اپنے 38 ویں سالانہ عام اجلاس کے اختتام پر انسانی حقوق کی صورت حال میں بگاڑ اور جمہوریت کو درپیش خطرات پر فوری توجہ دینے کا مطالبہ کرتی ہے۔ کمیشن 1997 کے انسداد دہشت گردی ایکٹ میں مجوزہ ترمیم کی سخت مخالفت کرتا ہے، جس کا مقصد مسلح افواج اور سول مسلح افواج کو 90 دن کی پیشگی حراست کا اختیار دینا ہے۔

ایچ آر سی پی کے مطابق، ریاست کو قانون کی حکمرانی کو برقرار رکھنے، خواتین، بچوں اور خواجہ سراؤں کے خلاف تشدد کم کرنے، مزدوروں کے حقوق کے تحفظ، اور صحت و تعلیم کے حق کی فراہمی پر توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔ لیکن ریاست نے جمہوری اصولوں اور عوام کے بنیادی حقوق کی بجائے اختیارات اپنے آپ میں مرکوز رکھنے کو ترجیح دی ہے۔ ایچ آر سی پی تمام سیاسی جماعتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ سویلین بالادستی اور وفاقی نظام کے تحفظ پر اتفاق رائے پیدا کریں۔

حکومت ٹریڈ یونینوں کے استحکام پر توجہ مرکوز کرے اور باوقار معیارِ زندگی کے لیے درکار اجرت مقرر کرنے کے لیے سنجیدگی سے سوچ بچار کرے، خاص طور پر پس ماندہ مزدوروں کے لیے۔ ایچ آر سی پی کا یہ بھی ماننا ہے کہ صحت اور تعلیم کی فراہمی ریاست کا بنیادی فریضہ ہے۔ طلبا یونینیں بحال کی جائیں اور جیلوں میں قید ماہی گیروں، بے وطن لوگوں اور غربت کے سبب بڑھتی خودکشیوں پر خصوصی توجہ دی جائے۔ تھر

میں خودکشیوں کے بڑھتے رجحان پر خاص طور پر توجہ دی جائے۔ ٹریڈ یونین رہنماؤں کو اعتماد میں لے کر متناز؟عہ صوبائی لیبر کوڈز پرنظرثانی کی جائے۔

کمیشن کا ماننا ہے کہ ماحولیاتی ایمرجنسی اب ملک کے وجود کے لیے ایک خطرہ بن چکی ہے۔ پنجاب میں صحت کے لیے سنگین خطرات کا باعث بننے والی مہلک فضائی آلودگی اور خاص طور پر زیریں سندھ، جہاں چھوٹے کسانوں اور کاشتکاروں نیگرین پاکستان انیشی ایٹو کے تحت دریائے سندھ پرنہروں کی تعمیر پراعتراضات اٹھائے ہیں، میں پانی کی قلت کا فوری خطرہ سنگین ترین مسائل ہیں۔

ایچ آر سی پی گلگت بلتستان زمینی اصلاحات بل 2024 کی شدید مخالفت کرتا ہے، جس کے ذریعے'ترقیاتی اصلاحات' کے نام پر نجی، اجتماعی اور آبائی زمین پر قبضے کی کوشش کی جارہی ہے۔ زمین پر طاقتور مفاد پرست عناصر کا یہ قبضہ عوام کو مزید پسماندہ اور بے چینی میں اضافہ کرے گا۔ ریاست کو گلگت بلتستان کو اس کے آئینی حقوق دینا ہوں گے جو اس کے رہائشیوں کا دیرینہ مطالبہ ہے۔

ایچ آر سی پی قلیل مدتی جبری گمشدگیوں، خاص طور پر سیاسی مخالفین کے خلاف اس کے بڑھتے ہوئے استعمال کی مذمت کرتا ہے، اور ایک بار پھر جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے سربراہ کی نااہلی کی وجہ سے ان کی برطرفی کا مطالبہ کرتا ہے۔ ریاست کا رویہ بلا روک ٹوک تشدد اور انتہائی دائیں بازو کے نظریات کے سامنے پسپائی کا نمونہ ثابت ہوا ہے۔ عمرکوٹ اور کوئٹہ میں توہینِ رسالت کے دو ملزموں کا ماورائے عدالت قتل، ٹی ایل پی کے اصرار پر پولیس کی ملی بھگت سے جماعتِ احمدیہ کے افراد کی قبروں اور جائے عبادات پر حملے، اور پنجاب کی جیلوں میں آن لائن توہینِ مذہب کے الزام میں سینکڑوں لوگوں کی حراست جن کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے، اور اُن پر ایف آئی اے کا مبینہ تشدد اِس کا واضح ثبوت ہے۔ ماورائے عدالت قتل، خاص طور پر سندھ میں، کے تشویشناک حد تک زیادہ واقعات تحقیقات اور مجرموں کے محاسبے کا تقاضا کرتے ہیں۔

ایچ آر سی پی کو اس امر پر بھی تشویش ہے کہ اس کے چیئر پرسن کو پولیس نے پوچھ گچھ کے لیے حراست میں رکھا اور کمیشن کے اراکین کے خلاف چار مقدمے درج ہیں۔ یہ سب کچھ انسانی حقوق کے لیے اُن کی جدوجہد کی وجہ سے ہوا ہے۔

بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں شدت پسندی میں شدید اضافہ بشمول تعمیراتی مزدوروں، کان کنوں اور پولیو ورکرز پر حملے ہمیں تیزی سے ایک ایسے مقام کی طرف لے جا رہا ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوگی۔ ایچ آر سی پی بلوچ اور بلوچ- پشتون رہنماؤں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک ساتھ مل کر بیٹھیں اور صوبے کے بحران کا کوئی آزادانہ حل نکالیں۔ کُرم میں پشتون رہنماؤں کو بھی ضلع میں مہینوں سے جاری کشیدگی ختم کرنے کے لیے ایسا ہی کرنا پڑے گا۔

ایچ آر سی پی انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کی حراست پر خصوصی توجہ چاہتا ہے جو من گھڑت الزامات پر فوجی ٹرائل کے بعد پانچ برسوں سے پابند سلاسل ہیں۔ انہیں فوری وغیر مشروط طور پر رہا کرنا چاہیے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔17 نومبر 2024]

اشرافیہ کے تسلط نے پسماندہ طبقات کو سیاسی طور پر مزید کمزور کردیا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اور فریڈرک نومن فاؤنڈیشن فار فریڈم (ایف این ایف) کے اشتراک سے منعقدہ ایک کانفرنس میں خواتین، ٹرانس جینڈر افراد، مذہبی اقلیتوں اور معذوری کا شکار افراد سمیت پسماندہ طبقات کے سیاسی اختیار اور انتخابی عمل میں شرکت میں اضافے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

کانفرنس کا آغاز کرتے ہوئے ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے کہا کہ جمہوریت اسی وقت پھل پھول سکتی ہے جب ہر شہری کو سیاسی عمل میں مساوی شرکت کا موقع ملے۔ ایف این ایف کی سربراہ بیرگٹ لام نے کہا کہ شہری ووٹ ڈالنے کی اہمیت سے آگاہ ہیں اور ووٹ ڈالنے کے لیے پرعزم ہیں۔

وکیل اور محقق ماورا غزنوی نے کہا کہ سب سے اہم مسئلہ دور دراز علاقوں میں خواتین اور معذوری کا شکار افراد کی پولنگ اسٹیشنز تک رسائی ہے۔ معذوری کا شکار افراد کے حقوق کے کارکن زاہد عبداللہ نے کہا کہ معذوری کا شکار خواتین کی بطور ووٹر کم نمائندگی ہونا باعث تشویش ہے۔

ٹرانس جینڈر افراد کے حقوق کی کارکن نایاب علی نے نشاندہی کی کہ ٹرانس جینڈر ووٹروں کی صنفی شناخت اور صنفی اظہار سے جڑے کلنک کے باعث ان کے خلاف امتیازی سلوک اب بھی عام ہے۔ ماہر تعلیم اور سماجی کارکن فرزانہ باری نے سیاست میں خواتین، مزدور طبقے، معذوری کا شکار افراد اور ٹرانس جینڈر افراد کے خلاف بڑھتے ہوئے تشدد کی نشاندہی کی۔

وکیل محمود افتخار احمد نے کہا کہ احمدی کمیونٹی کے لیے علیحدہ انتخابی فہرستوں نے انہیں مزید غیر محفوظ بنادیا ہے کیونکہ ان کا ذاتی ڈیٹا قابل رسائی ہے جسے احمدیوں کے گھروں اور کاروبار کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

مسلم لیگ (ن) کی رکن قومی اسمبلی شائستہ پرویز ملک نے تجویز دی کہ عام شہریوں کے لیے انتخابی فہرست میں اپنا نام تلاش کرنے کے عمل کو آسان بنایا جانا چاہئے۔ تحریک انصاف کی رکن قومی اسمبلی شندانہ گلزار اور جے یو آئی (ف) کی رہنما آسیہ ناصر نے الزام لگایا کہ خواتین ووٹرز اور مذہبی اقلیتوں کے ووٹرز کو پولنگ کے دن تشدد کی دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

انتخابی امور کے ماہر طاہر مہدی نے کہا کہ جب تک جمہوری نظام اشرافیہ کے زیرتسلط رہے گا، معذور افراد کے لیے ریمپ یا خواتین کے لیے مخصوص نشستوں جیسے علامتی اقدامات کمزور طبقات کے مسائل کا دیرپا حل ثابت نہیں ہوں گے۔ انسانی حقوق کی کارکن رومانہ بشیر نے تجویز دی کہ سیاسی جماعتوں کو مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے امیدواروں کے لیے مختص کوٹہ پر عملدرآمد کرنا چاہیے، لیکن اہم بات یہ کہ انہیں اس حد تک بااختیار بنانا چاہیے کہ یہ کوٹے بالآخر غیر ضروری ہوجائیں۔

ایم کیو ایم (پاکستان) کی رکن قومی اسمبلی کشور زہرہ نے کہا کہ وہ ہمیشہ معذوری کا شکار افراد کے لیے مخصوص نشستوں کے خیال کی حامی رہی ہیں، جبکہ پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی سحر کامران نے کہا کہ بیشتر خواتین قانون سازوں کا اعلیٰ سطح کے فیصلوں میں کردار اب بھی انتہائی محدود ہے۔

نادرا کے ڈپٹی اسسٹنٹ ڈائریکٹر عبدالحسیب نے شرکاء کو یقین دلایا کہ وہ ووٹرز کے قومی شناختی کارڈ تک رسائی بڑھانے کے طریقوں کا جائزہ لے رہے ہیں۔ الیکشن کمیشن کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر (جینڈر) آمنہ سردار نے کہا کہ وہ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے پرعزم ہیں کہ ووٹرز کے پولنگ اسٹیشنز کو بغیر کسی وجہ کے تبدیل نہ کیا جائے۔

ایچ آر سی پی کے کونسل ممبر فرحت اللہ بابر نے کہا کہ ووٹروں کو رجسٹریشن کی ضرورت کے بارے میں آگاہ کرنا ایک ثانوی مسئلہ ہے۔ اس کے بجائے، الیکشن کمیشن، نادرا اور سیاسی جماعتوں کو پسماندہ ووٹروں اور امیدواروں سے متعلق ڈھانچہ جاتی مسائل کے حل کے لیے کام کرنا چاہیے۔ کانفرنس کے اختتام پر ایچ آر سی پی کی وائس چیئر اسلام آباد نسرین اظہر نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔23 نومبر 2024]

کمسن بچی کے مبینہ قتل اور جنسی تشدد پر فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

کم سن بچی کے مبینہ قتل اور جنسی زیادتی پر فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

16 مئی 2024 کو لوئر دیر کے علاقے منڈا میں ایک یتیم خانہ میں سات آٹھ سال کی بچی عائشہ کی موت کی اطلاع ملی۔ ابتدا میں یہ واقعہ مشکوک معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن جب پوسٹ مارٹم رپورٹ میں یہ انکشاف ہوا کہ بچی پر جسمانی اور جنسی تشدد کیا گیا تھا، تو معاملہ پیچیدہ ہو گیا۔ اس وقت بچی کے والدین اور مقامی افراد نے مطالبہ کیا کہ اس واقعے کی مکمل تحقیقات کی جائیں۔ 17 مئی کو بچی کے ورثاء نے اس معاملے کی فوراً تحقیقات کی درخواست کی، اور پولیس نے 23 مئی کو ایف آئی آر درج کر کے کیس کی تحقیقات کا آغاز کیا۔ اس معاملے کی حساسیت کو مدنظر رکھتے ہوئے، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے فوری طور پر فیکٹ فائنڈنگ ٹیم تشکیل دی تاکہ اس واقعہ کی حقیقت کا پتہ چل سکے اور انصاف کی فراہمی ممکن ہو سکے۔

فیکٹ فائنڈنگ ٹیم میں پانچ افراد شامل تھے جن میں اکبر خان، نجمہ فلک، ابراش پاشا، سردار حیات، اور اسماعیل خان شامل تھے۔ ان افراد نے مختلف محکموں کے ساتھ ملاقاتیں کیں، جن میں مقامی پولیس، چائلڈ پروٹیکشن یونٹ، اور دیگر متعلقہ حکام شامل تھے۔ ان ملاقاتوں میں انہوں نے کیس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ ٹیم نے ڈپٹی کمشنر، ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر، چائلڈ پروٹیکشن آفیسر، اور متعلقہ میڈیکل افسران سے تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ 22 مئی کو ڈپٹی کمشنر لوئر دیر نے کھلی کچہری میں اس کیس کا ذکر کیا، اور یہ معاملہ عوامی سطح پر بھی زیر بحث آیا۔ اس کے بعد، چائلڈ پروٹیکشن یونٹ سے رپورٹ طلب کی گئی، اور پولیس نے اس کیس کی تحقیقات کا عمل تیز کر دیا۔

پوسٹ مارٹم کی ابتدائی رپورٹ میں یہ انکشاف ہوا کہ بچی پر جسمانی اور جنسی تشدد کیا گیا تھا، اور اس کے جسم پر تشدد کے کئی نشان موجود تھے۔ یہ شواہد اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ بچی کی موت غیر فطری تھی۔ پولیس نے کیس کی مزید تحقیقات کے لیے مختلف اقدامات کیے، جن میں سی سی ٹی وی کیمروں کی ریکارڈنگ، ڈی این اے تجزیے، اور پولی گرافک ٹیسٹ شامل تھے تاکہ کیس کی حقیقت سامنے لائی جا سکے۔ ابتدائی طور پر پولیس نے 17 مئی کو تحقیقات کا آغاز کیا اور 23 مئی کو ایف آئی آر درج کر کے تفتیش شروع کی۔ تین افراد کو گرفتار کیا گیا جن میں یتیم خانہ کے انچارج ضیاء الحق حیدری، ایک معلم، اور ایک اور ملازم شامل تھے۔ ان افراد پر الزام تھا کہ انہوں نے بچی کے ساتھ ہونے والے تشدد کو چھپانے کی کوشش کی اور شواہد کو مسخ کیا۔

پولیس نے اس کیس کی تحقیقات میں پیشہ ورانہ مہارت کا مظاہرہ کیا اور تیز رفتاری سے کارروائی کی، جس کے نتیجے میں ملزمان کے خلاف ٹھوس شواہد اکٹھے کیے گئے۔ جوائنٹ انویسٹی گیشن کمیٹی بھی تشکیل دی گئی تاکہ تحقیقات میں مزید تیزی لائی جا سکے اور ملزمان کو جلد از جلد قانون کے کٹہرے میں لایا جا سکے۔ اس کمیٹی میں سینئر پولیس افسران شامل تھے جنہوں نے اس کیس کی حساسیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مکمل تعاون کیا۔ ان افسران نے اس بات کو یقینی بنایا کہ تحقیقات کسی بھی قسم کی سیاست یا بیرونی دباؤ سے آزاد ہوں۔

یتیم خانہ کے انچارج انوار الحق نے کیس کی تحقیقات میں اپنے موقف کو پیش کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یتیم خانہ میں بچوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی بدسلوکی یا تشدد کا امکان نہیں تھا۔ انوار الحق کے مطابق، ان کے ادارے میں بچوں کے لیے مناسب رہائش اور تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا اور ان کے حقوق کی حفاظت کی جاتی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ عائشہ کی موت ایک حادثہ تھا، اور وہ اس میں کسی کی دانستہ مداخلت کو مسترد کرتے ہیں۔ تاہم، ان کے اس موقف کے باوجود تحقیقات کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ یتیم خانہ کے اندر انکوائری کی کمی تھی اور بعض اہم معلومات چھپائی جا رہی تھیں۔

عائشہ کے والد سرتاج خان نے اس معاملے کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ وہ کراچی میں ماہی گیری کے کاروبار سے وابستہ ہیں۔ جب انہیں 16 مئی کو بچی کی موت کی خبر ملی، تو انہوں نے فوراً اپنے بھائی کو یتیم خانہ بھیجا۔ سرتاج خان کا کہنا تھا کہ بچی بیمار تھی اور اس کا علاج کیا جا رہا تھا، لیکن وہ یتیم خانے واپس آئی تھی۔ جب وہ کراچی واپس پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ بچی کی تدفین ہو چکی ہے اور اس کے جسم پر تشدد کے آثار ملے۔ اس پر انہوں نے پولیس سے کارروائی کی درخواست کی، اور اس کیس کی تحقیقات کا آغاز ہوا۔

اس کیس کی تحقیقات میں پولیس نے ہر زاویے کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کیا، جس میں ڈی این اے تجزیے، سی سی ٹی وی کیمرا ریکارڈنگز، اور مختلف شہادتوں کا تجزیہ شامل تھا۔

پولیس کی محنت اور پیشہ ورانہ مہارت کی بدولت کیس میں ملزمان کے خلاف مضبوط شواہد اکٹھے کیے گئے ہیں۔ یہ تمام اقدامات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس کیس کو سنجیدگی سے لیا ہے اور انصاف کی فراہمی کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے۔

یہ کیس نہ صرف بچوں کے حقوق کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے بلکہ اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ بچوں کے تحفظ کے حوالے سے معاشرتی سطح پر آگاہی کی ضرورت ہے۔ اس کیس کے ذریعے یہ پیغام ملتا ہے کہ ایسے معاملات میں کسی بھی قسم کی غفلت یا غیر سنجیدگی کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ پولیس اور انتظامیہ کی جانب سے اس کیس کی تحقیقات میں کی جانے والی محنت قابل تحسین ہے اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معاشرے میں بچوں کے حقوق کا تحفظ اولین ترجیح ہونی چاہیے۔

23 مئی کو چائلڈ پروٹیکشن یونٹ کو واقعے کا علم ہوا اور فوراً اس نے واقعہ کی تفتیش شروع کی۔ پولیس نے ایف آئی آر درج کی اور تین افراد کو گرفتار کیا۔ اس کے بعد، چائلڈ پروٹیکشن یونٹ نے اپنے سائیکالوجسٹ کو بچوں کی ذہنی مدد اور ٹراما ہیلنگ فراہم کرنے کے لیے بھیجا۔ اس ٹیم کی مدد سے ان اداروں کا جائزہ لیا گیا اور ابتدائی رپورٹ ڈپٹی کمشنر کو پیش کی گئی۔ ان رپورٹوں کے ذریعے مزید اقدامات اور ان کیسز کے بارے میں حکمت عملی تیار کی گئی۔

چائلڈ پروٹیکشن یونٹ نے ادارے کے انتظامی معیار کی بھی نشاندہی کی اور اس بات کا عہد کیا کہ وہ بچوں کی تعلیم، تربیت اور محفوظ پرورش کو یقینی بنانے کے لیے اپنا کردار ادا

کرے گا۔ اس ادارے میں 360 چھوٹی بچیاں رہائش پذیر ہیں اور اس میں 80 بالغ خواتین اور 80 چھوٹے بچے بھی شامل ہیں۔ ان بچوں کا تعلق دیر کے مختلف علاقوں سے ہے، اور کچھ بچے صوبے کے دیگر اضلاع اور پنجاب سے بھی ہیں۔ یونٹ نے ادارے میں بہتری کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ آغوش اور آشیانہ جیسے یتیم خانوں سے رابطہ کیا جائے تاکہ وہاں سے سیکھ کر اپنے انتظامات کو بہتر بنایا جا سکے۔

واقعے کے بعد، چائلڈ پروٹیکشن یونٹ نے ایکشن پلان مرتب کیا جس میں مجرموں کو سزا دلانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ادارے کے انتظامات کی اصلاح کی بھی کوشش کی گئی۔ اس میں بچیوں کے لیے ٹراما ہیلنگ، ذہنی معاونت اور دیگر ضروریات کے جائزے کے لیے خاتون سائیکالوجسٹ کو بھیجا گیا، جس کی رپورٹ کی بنیاد پر آئندہ کی حکمت عملی ترتیب دی گئی۔

چیئرمین ویلیج کونسل افتخار انجم کوٹکے نے بھی واقعے کے حوالے سے تفصیلات فراہم کیں۔ انھوں نے بتایا کہ وہ اس وقت موبائل پر کال پر بیدار ہوئے جب عائشہ کے والد نے اطلاع دی کہ ان کی بیٹی فوت ہو چکی ہے۔ وہ فوراً پوسٹ مارٹم کے لیے تیار ہو گئے اور پولیس کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ تاہم، کچھ لوگوں میں اس فیصلے کے حوالے سے اختلافات تھے اور پوسٹ مارٹم کے بارے میں بحث جاری تھی۔ آخرکار، پوسٹ مارٹم کا فیصلہ کیا گیا اور اس کے بعد میڈیکل رپورٹ سے یہ ثابت ہوا کہ بچی کی موت 36 گھنٹے قبل ہوئی تھی، اور اس کے جسم پر جسمانی اور جنسی تشدد کے واضح شواہد تھے۔

مولانا ضیائالحق کی جانب سے بے گناہی کے دعوے کیے گئے تاہم، انسپکٹر محکمہ صنعت نے اس ادارے کی رجسٹریشن کا ریکارڈ چیک کیا اور بتایا کہ 2011 میں اس ادارے کی رجسٹریشن ہوئی تھی، لیکن 2018 میں اس کی تجدید نہیں کی گئی۔ اس کی وجہ سے رجسٹریشن کا ریکارڈ غائب ہو گیا تھا۔

وکلاء نے اس کیس میں مفت قانونی معاونت فراہم کرنے کی پیشکش کی، اور ان کا کہنا تھا کہ وہ اس کیس کی پیروی کریں گے تاکہ متاثرہ فریق کو انصاف ملے۔ بار کے جنرل سیکریٹری اور صدر نے چائلڈ پروٹیکشن یونٹ کے ساتھ تعاون کرنے کا عہد کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ کیس کی پیروی کی جائے۔ وکلاء کا کہنا تھا کہ قانون ہمیشہ ملزم کو شک کا فائدہ دیتا ہے، لیکن اس کیس میں اس بات کا امکان نہیں تھا کہ ملزمان کو بچایا جا سکے، کیونکہ پولیس نے مکمل تفتیش کی تھی اور کیس کے شواہد کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے گا۔

محرر تھانہ منڈا نے بھی اس کیس کے بارے میں تفصیلات فراہم کیں اور کہا کہ کیس کی تفتیش کے ابتدائی مراحل میں پولیس نے بھرپور مدد فراہم کی اور جے آئی ٹی کو ہر ممکن معاونت فراہم کی۔

سوشل میڈیا پر اس واقعے کے حوالے سے مختلف ردعمل سامنے آئے۔ کچھ لوگ انصاف کا مطالبہ کر رہے تھے اور کچھ نے مولانا ضیائالحق کی بے گناہی کا پرچار کیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ لوگوں نے احتجاج بھی کیا اور عدالت سے مطالبہ کیا کہ مجرموں کو سزا دی جائے۔ یہ معاملات اس حد تک بڑھ گئے کہ بعض افراد نے فعال کرداروں کو دھمکیاں بھی دینا شروع کر دیں، اور کچھ حلقوں کی طرف سے کیس میں مداخلت کی کوشش کی گئی۔

رپورٹ کے مطابق، مختلف سٹیک ہولڈرز کی معلومات سے یہ ثابت ہوا کہ عائشہ کی موت 15 مئی کو واقع ہوئی تھی اور مولانا ضیائالحق نے اس کی فوری اطلاع پولیس اور متوفی کے والدین کو نہیں دی۔ انہوں نے شواہد کو چھپایا یا مسخ کرنے کی کوشش کی، جس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس معاملے میں ملوث ہیں یا ان کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ فارنزک شواہد اور ڈی این اے تجزیہ کے ذریعے حقیقت کا پتا چلے گا۔

چائلڈ پروٹیکشن یونٹ نے اس کیس کو بہت سنجیدہ لیا ہے اور کوشش کی ہے کہ اس ادارے میں بچوں کی حفاظت کے لیے ضروری تدابیر متعارف کرائی جائیں۔ ان میں اداروں کی نگرانی، بچوں کے تحفظ کے نظام اور پالیسیز کا نفاذ اور ان پر عمل درآمد شامل ہے تاکہ آئندہ کسی بچے کے ساتھ ایسا ظلم نہ ہو۔

سفارشات

- چائلڈ پروٹیکشن یونٹ کو مزید فعال بنایا جائے۔ اس کو مالیاتی، انسانی اور بنیادی وسائل مہیا کئے جائیں تاکہ یہ ریاست اداروں کے مابین موثر رابطہ کاری کر کے بچوں کے تحفظ کے حوالے سے سرکاری اداروں کو ان کا رول واضح کرنے کے ساتھ ساتھ متعلقہ خدمات کی فراہمی کو یقینی بنائے تاکہ بچوں کے حوالے سے خطرات کم کئے جا سکیں۔
- چائلڈ پروٹیکشن یونٹ کو چاہئے کہ وہ بچوں سے متعلقہ اداروں اور امور کے حوالے سے کمیونٹی میں آگاہی پیدا کرے ان کو منظم کرے اور کمیونٹی کی شرکت سے نا صرف بچوں کے لئے خطرات کو کم کرنے میں کردار ادا کرے بلکہ ان کے لئے ایک دوستانہ فضا کے قیام کو یقینی بنائے۔
- بچوں سے متعلقہ نجی اداروں کی نگرانی کے لئے متعلقہ سرکاری اداروں کی فعالیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ رجسٹریشن اتھارٹیز اور الحاق شدہ اداروں پر لازم ہے کہ وہ قلیل المدتی نگرانی، جائزے کا نظام وضع کریں اور جزا سزا کا نظام متعارف کیا جائے۔ بچوں کے حوالے سے کوئی رعایت نہ برتی جائے۔ ان اداروں میں کمیونٹی کی شرکت کو یقینی بنایا جائے۔
- بچوں اور والدین/ سرپرست کے مابین دوستانہ تعلقات استوار ہوں اور بچوں کو جنسی استحصال سے آگاہی دی جائے۔
- اینٹی ریپ (انویسٹیگیشن اینڈ ٹرائل) آرڈیننس/ ایکٹ پر عملدرآمد کے انتظامات کئے جائیں اور ضلعی سطح پر اینٹی ریپ کرائسس سیل قائم کیا جائے۔ اس کے علاوہ، جنسی زیادتی کے متاثرین کے لئے قانونی معاونت کا انتظام کیا جائے۔
- خصوصی پراسیکوٹر جنرل اور خصوصی عدالتوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور متاثرین اور گواہوں کے تحفظ کے لیے خصوصی اقدامات کئے جائیں۔
- تفتیش کے لئے اعلیٰ سطح کی جے آئی ٹی بنائی جائیں بالخصوص خواتین افسران کی استعداد میں اضافہ کیا جائے اور ہر ضلع میں ان کی دستیابی یقینی بنائی جائے۔
- آزادانہ سپورٹ ایڈوائزر مقرر کئے جائیں اور حساس نوعیت کے کیسوں کی ان کیمرہ سماعت کی جائے۔
- سائنٹیفک فرانزک شواھد جمع کرنے کے لئے مقامی سطح پر انتظام یقینی بنایا جائے اور ہر صوبے میں کم از کم ایک اعلیٰ معیار کی فرانزک لیب بنائی جائے۔
- نادرا کے ڈیٹا بیس میں تمام شہریوں کا ڈی این اے ریکارڈ کیا جائے اور ایسے جرائم جہاں ڈی این اے کی ضرورت ہو فوری فراہمی ہو سکے۔

اسموگ پاکستان کا پانچواں موسم۔۔۔!

عمیر جاوید

پنجاب کا ناپسندیدہ، پانچواں موسم یعنی اسموگ اس وقت عروج پر ہے۔ اگرچہ لاہور جیسے شہروں میں سال بھر ایئر کوالٹی خراب رہتی ہے لیکن اکتوبر سے جنوری کے درمیان یہ مہلک حد تک گر جاتا ہے جہاں اکثر اوقات ایئر کوالٹی انڈیکس 500 سے بھی زائد ریکارڈ کیا جاتا ہے۔

اسموگ سے نمٹنے میں حکومت کی حکمت عملی اب تک یہی رہی ہے کہ اسکولز بند کردیے جائیں اور مخصوص علاقوں میں لاک ڈاؤن نافذ کردیا جائے۔ بچوں اور دیگر کمزور افراد کو عوامی مقامات سے دور رکھ کر مہلک ہوا سے بچانا معقول ہے لیکن گھر میں ہوا کا معیار صاف تو نہیں۔

اسموگ کے موسم کے دوران غیرمعیاری فضا کے حوالے سے احتجاج اور شکایات عام ہوجاتی ہیں۔ کم از کم 2015ء سے کہ جب اکتوبر میں اسموگ ظاہر ہوئی تو ماہر ماحولیات اور دیگر ماہرین نے غور کیا کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کیا کیا جاسکتا ہے۔ مختلف نوعیت کے جوابات سامنے آئے اور ابتدائی سالوں میں تو حکومت نے بھی اس معاملے میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا جو اسے حل کرنے میں معاون ثابت نہیں ہوا۔

تقریباً ایک دہائی بعد، ہم یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ہمیں فضائی آلودگی کے بحران کی وجوہات کے حوالے سے ادراک ہے۔ مطالعات کی مدد سے ہم جانتے ہیں کہ سالوں کا اوسط نکالنے پر گاڑیاں اور صنعتوں کا اخراج اس مسئلے کی جڑ کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

کیمبریج اور آکسفورڈ کے سائنسدانوں عبداللہ باجوہ اور حسن شیخ نے اس پر مزید کام کیا اور ان کے کام کے بدولت ہمیں معلوم ہوا کہ کچھ عوامل ایسے ہیں جو فضا کی صورت حال کو مزید بگاڑتے ہیں جیسے پرانی گاڑیاں، پرانے رکشوں اور موٹر سائیکلوں میں دو انجنز کا استعمال جبکہ غیرمعیاری ایندھن، اسموگ کی اہم وجوہات ہیں۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حالیہ مہینوں میں مشرقی پنجاب میں فصلوں کی باقیات کو نذر آتش کرنا اسموگ کی وجوہات میں شامل ہے۔ اس عمل سے بڑے پیمانے پر دھوئیں کا اخراج ہوتا ہے اور ہواؤں کے بدلتے رخ اور درجہ حرارت میں اضافے کے باعث یہ طویل عرصے کے لیے فضا میں موجود رہتی ہے اور ہوا کا معیار بدتر ہوتا چلا جاتا ہے۔

چونکہ اب ہمیں صورت حال کا شعور ہے تو اس مسئلے کے حل بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ایندھن کے معیار میں بہتری، دھواں خارج کرنے والی گاڑیوں کے لیے سخت فٹنس معیارات، صنعتوں کے لیے سخت ضوابط اور سڑکوں پر رواں گاڑیوں کی تعداد کم کرنے کے لیے عوامی ٹرانسپورٹ کے بڑے نظام کا قیام، یہ وہ اقدامات ہیں جو 20ویں صدی میں فضائی آلودگی کا شکار شہروں نے اٹھائے تھے۔

حالیہ دور میں تو ہمارے پاس یہ آپشنز موجود ہیں کہ ہم نئی توانائی جیسے بجلی سے چلنے والے ذرائع آمد و رفت استعمال کریں تاکہ فضا میں بڑھتی آلودگی کے مسئلے کو کم سے کم کیا جاسکے۔

اسی طرح فضائی آلودگی سرحدوں تک محدود نہیں ہوتی، بھارتی اور پاکستانی پنجاب کو صاف ہوا کی ضرورت پر مل کر کام کرنا ہوگا۔ اگرچہ پورا سال مذکورہ بالا اقدامات کے ذریعے فضا کے معیار کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے جبکہ اکتوبر-نومبر کے مہینوں میں دونوں ممالک کو چاہیے کہ وہ جامع حل تلاش کرنے کے لیے باہمی تعاون کریں۔

پاکستان کی دیگر عوامی پالیسیز کی طرح، مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس مجوزہ حل موجود نہیں۔ درحقیقت گزشتہ چند سالوں میں فضائی آلودگی کو کم کرنے کے حوالے سے بہت سے مطالعات سامنے آچکے ہیں جبکہ حکومت کی جانب سے بھی بہت سی تجاویز سامنے آئی ہیں۔ ریاست کی صلاحیت اور مالی وسائل، عمل درآمد کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ یہی وہ چیلنجز ہیں جن کی وجہ سے قلیل مدتی یا اس سے تھوڑی زیادہ مدت کے لیے ہوا کے معیار میں بہتری نہیں آرہی۔

قواعد و ضوابط اور مقاصد کے نفاذ کے لیے حکومتی ادارے، ریاست کی صلاحیت پر منحصر ہے کہ وہ کتنے کامیاب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ماہر معاشیات مائیکل مان نے ریاست کی اس صلاحیت کو طاقتوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک قسم ڈسپوٹک ہے جس میں ریاست عوام کو ضوابط کی پیروی پر مجبور کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کرتے ہیں جبکہ دوسری قسم انفرااسٹرکچرل ہے جو کہ تعاون، ہم آہنگی، اور طرز عمل کی تبدیلیوں پر مبنی ہے۔

انفرااسٹرکچرل طاقت ہمارے ملک کے اداروں میں کتنی کمزور ہے، یہ واضح ہے۔ سماجی کردار ہی قواعد و ضوابط کی پامالی کرتے ہیں یا ریاستی عہدیداران ہی اسے کمزور کرتے ہیں۔ جب ریاست خود خدمات فراہم کرنے کی کوشش کرتی ہے تو وسائل کی کمی یا دیگر محرکات اس کے عمل درآمد کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

ریاست کی اسی کمزوری کے نتائج بڑے پیمانے پر نجکاری کی صورت میں سامنے آرہے ہیں۔ وہ لوگ جو ہاؤسنگ، پانی، صحت، تعلیم، حتیٰ کہ توانائی کے شعبہ جات میں حکومت پر اپنا انحصار چھوڑنے کے وسائل رکھتے ہیں، وہ حکومت سے بنیادی ضروریات کی فراہمی کی توقع کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ یوں مارکیٹ ان لوگوں کو سہولیات فراہم کرتی ہے جو اس کی ادائیگی کرسکتے ہیں۔ امیر اور طاقتور افراد حکومت پر انحصار نہ کرنے کی وجہ سے حکام پر ان لوگوں کو اپنی سہولیات فراہم کرنے کا دباؤ نہیں ہوتا جن کے پاس حکومت پر انحصار کرنے کے علاوہ کوئی آپشن نہیں۔

تاہم ایئر کوالٹی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے لیے چار دیواری میں تو ایئر پیوریفائرز کا استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن یہ مستقل حل نہیں کیونکہ یہ کھلی جگہ پر نصب نہیں کیے جاسکتے۔ جس طرح ایئر کوالٹی انڈیکس خراب تر ہوتا جارہا ہے، ایسے میں ایئر پیوریفائرز بھی کارگر ثابت نہیں ہوں گے۔ ہاں امرا کو صحت کی اعلیٰ سہولیات تک رسائی حاصل ہوگی اور غیرضروری طور پر وہ اپنے گھروں سے باہر بھی نہیں نکلیں گے لیکن یہ بجلی کا مسئلہ نہیں جو آف گرڈ سولر سسٹم یا جنریٹر لگا کر حل ہوجائے۔ آلودہ فضا کے اثرات سب پر مرتب ہوں گے۔

بحران کو حل کرنے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔ مذکورہ بالا تمام اقدامات کے لیے نہ صرف مالی وسائل کی ضرورت ہے بلکہ ریاست کو اپنی قابلیت اور صلاحیت کے ذریعے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، جو ہم نے حالیہ برسوں میں شاذونادر ہی دیکھا ہے۔ کیا گاڑیوں کی فٹنس لیول کرنے والے محکمہ جات نگرانی کے عمل کو بہتر بنائیں گے؟

کیا مقامی منتظمین کو اتنے وسائل اور تحفظ فراہم کیا جائے گا کہ وہ آلودگی پھیلانے کے ذمہ دار صنعتی یونٹس کو بند کرسکیں؟ کیا قومی سلامتی کے معاملے پر تنگ نظر سوچ کو بالائے طاق رکھ کر بھارت کے ساتھ بامعنی سرحد پار تعاون شروع کیا جائے گا؟

ایسے اقدامات کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت میں اسموگ کے مسئلے کے حوالے سے یہ واضح سمجھ ہو کہ اسموگ صحت عامہ کا ایسا مسئلہ ہے جو ماضی حال کے کسی بھی بحران سے بڑا ہے۔ اسے حل کرنے کے لیے حکومت کو اس پر خصوصی توجہ دینا ہوگی جبکہ اسے حل کرنے میں کافی وقت درکار ہوگا۔ صرف موسم میں تبدیلی کی دعا کرنا یا یہ امید کرنا کہ لوگ اسے بھول جائیں گے یا اس کے عادی ہوجائیں گے، ان تصورات سے انسانی پھیپھڑوں کو محفوظ نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

اسموگ کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے حکومت کو اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا ہوگا، جبکہ یہ وقت کا تقاضہ ہے کہ ریاست اس حوالے سے متحرک ہو۔ (بشکریہ روزنامہ ڈان)

پاکستان میں سوشل میڈیا ہراسانی اور بلیک میلنگ:
نوجوان لڑکیوں اور خواتین کی حفاظت کیسے ممکن ہو؟

سنی ضیاء

پاکستان میں سوشل میڈیا کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے، اور اس کے ساتھ ہی نوجوان لڑکیوں اور خواتین کو ہراسانی اور بلیک میلنگ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ مسائل انٹرنیٹ کے تیزی سے پھیلاؤ اور اس کے استعمال میں عدم شعور کی وجہ سے بڑھتے جا رہے ہیں۔ حالیہ واقعات نے اس سنگین مسئلے کو اُجاگر کیا ہے، جنہیں میڈیا میں نمایاں طور پر رپورٹ کیا گیا ہے۔

سوشل میڈیا پر ہراسانی کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان واقعات میں خواتین کو نازیبا پیغامات بھیجنا، ان کی تصاویر یا ویڈیوز کو ایڈٹ کر کے پھیلانا، اور ان کی ذاتی معلومات کو عوام کے سامنے لانا شامل ہیں۔ مثال کے طور پر، 2020 میں ایک مشہور کیس سامنے آیا جہاں کراچی کی ایک نوجوان لڑکی کو سوشل میڈیا پر ہراسانی اور بلیک میلنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ مجرم نے اس کی ذاتی ویڈیوز حاصل کر کے اسے بلیک میل کیا کہ اگر اس نے اس کی مانگیں پوری نہ کیں تو وہ ویڈیوز انٹرنیٹ پر پھیلا دے گا۔

اسی طرح، ٹک ٹاکرز کے لیک ہونے والے ویڈیوز کا واقعہ بھی بہت بڑا مسئلہ بنا۔ حال ہی میں، ٹک ٹاک پر مشہور ہونے والی کئی لڑکیوں کی نجی ویڈیوز لیک ہوگئیں، جس کے بعد ان کی شدید ہراسانی اور بلیک میلنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان واقعات میں سے ایک میں، ایک مشہور ٹک ٹاکر کو اس کی ذاتی ویڈیوز کے ذریعے بلیک میل کیا گیا، اور اسے سنگین نتائج کی دھمکیاں دی گئیں۔

سوشل میڈیا پر ہراسانی اور بلیک میلنگ کے شکار خواتین کو نہ صرف نفسیاتی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ ان کی سماجی زندگی بھی متاثر ہوتی ہے۔ ان واقعات کی وجہ سے بہت سی خواتین اپنی تعلیم یا ملازمت چھوڑ دیتی ہیں اور سماجی تعلقات میں بھی مشکلات کا سامنا کرتی ہیں۔ 2019 میں اسلام آباد کی ایک طالبہ نے سوشل میڈیا ہراسانی کی وجہ سے خودکشی کر لی، جس نے پوری قوم کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

پاکستان میں سائبر کرائم کے حوالے سے قوانین موجود ہیں، مگر ان پر عملدرآمد کی صورتحال ناقص ہے۔ ایف آئی اے کا سائبر کرائم ونگ موجود ہے مگر اکثر کیسز رپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے مجرموں کو سزا نہیں مل پاتی۔ 2021 میں ایک کیس سامنے آیا جہاں لاہور کی ایک خاتون نے اپنی ہراسانی اور بلیک میلنگ کی شکایت درج کرائی مگر تحقیقات میں سست روی کی وجہ سے مجرم کو گرفتار کرنے میں تاخیر ہوئی۔ سوشل میڈیا پر ہراسانی اور بلیک میلنگ کے مسائل کا حل کرنے کے لیے متعدد اقدامات کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے، عوامی شعور میں اضافہ کیا جانا چاہیے تاکہ لوگ انٹرنیٹ کے محفوظ استعمال کے بارے میں آگاہ ہوسکیں۔ اسکولوں اور کالجوں میں اس موضوع پر ورکشاپس اور سیمینارز منعقد کیے جا سکتے ہیں۔ دوسرا، سائبر کرائم کے قوانین کو مؤثر بنایا جانا چاہیے اور ان پر سختی سے عملدرآمد کیا جانا چاہیے۔ ایف آئی اے کے سائبر

کرائم ونگ کو مزید وسائل اور اختیارات فراہم کیے جائیں تاکہ وہ جلد اور مؤثر طریقے سے شکایات کا ازالہ کرسکیں۔ تیسرا، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو بھی اپنی پالیسیاں سخت کرنی چاہیے تاکہ ہراسانی اور بلیک میلنگ کے واقعات کو روکا جا سکے۔ صارفین کو بھی اپنے ذاتی معلومات کی حفاظت کے حوالے سے محتاط رہنا چاہیے اور غیر ضروری طور پر اپنی تصاویر یا ویڈیوز شیئر کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

سوشل میڈیا پر ہراسانی اور بلیک میلنگ کے مسائل پاکستان میں ایک سنگین مسئلہ ہیں جن کا حل کرنے کے لیے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔ حکومت، تعلیمی ادارے، قانون نافذ کرنے والے ادارے اور خود سوشل میڈیا صارفین سب کو مل کر اس مسئلے کا حل نکالنا ہوگا تاکہ خواتین اور لڑکیوں کو محفوظ اور مثبت ماحول فراہم کیا جاسکے۔

جہدِ حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوانِ جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہدِ حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہدِ حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے
ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:
www.hrcp-web.org

پاکستان: ایک سال میں ساڑھے سات لاکھ افغان مہاجر ملک بدر

ستمبر 2023 میں پاکستانی حکومت کی جانب سے افغان مہاجرین کی واپسی کا حکم نامہ جاری ہونے کے بعد اب تک کم از کم ساڑھے سات لاکھ افغان مہاجرین کو ملک بدر کیا جا چکا ہے۔ افغانستان واپس بھیجے گئے مہاجرین کی بھاری اکثریت (88 فیصد) بلا کاغذات مہاجرین پر مبنی تھی۔

واپس جانے والے افغان مہاجرین میں صرف 10 فیصد رجسٹریشن کے ثبوت اور 2 فیصد افغان شہریت کارڈ کے حامل افراد تھے۔

یہ اعداد و شمار اقوام متحدہ کے پناہ گزینوں (یو این ایچ سی آر) اور مہاجرت (آئی او ایم) کے امور پر شراکتی اداروں نے حال ہی میں جاری کئے ہیں۔ افغان مہاجرین کی واپسی کے ساتھ ساتھ اس رپورٹ میں ان کی گرفتاریوں اور حراست کے حوالے سے بھی اہم اعداد و شمار شامل ہیں، جن کے مطابق گزشتہ دو سالوں میں پاکستانی قانون نافذ کرنے کے اداروں نے کم از کم اڑتیس ہزار سے زائد افغان مہاجرین کو گرفتار کیا۔

آئی او ایم نے مہاجرین کی گرفتاریوں سے منسلک اعداد و شمار جنوری 2023 میں اکٹھا کرنا شروع کئے (اس سے پہلے ایسی گرفتاریوں کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں تھا) اور ان کے مطابق گرفتار شدہ افراد کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے۔

افغان مہاجرین کی ملک بدری اور گرفتاریوں کا عروج ستمبر 2023 کا حکم نامہ جاری ہونے کے فوراً بعد نومبر 2023 میں دیکھا گیا جب تیئس ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا اور اڑھائی لاکھ سے زیادہ مہاجرین کو ملک بدر کیا گیا۔

تاہم حالیہ دو ماہ میں سات لاکھ سے زائد لوگوں کی واپسی کے بعد اس قانون کے نفاذ کو عملی طور پر روک دیا گیا ہے اور مہاجرین کو اپنی بطور مہاجر رجسٹریشن کے دستاویزی ثبوت فراہم کرنے کے لئے جون 2025 تک کا وقت دے دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے گزشتہ دو ماہ میں مہاجرین کی ملک بدری میں 54 فیصد کے قریب کمی واقع ہوئی ہے۔

ملک بدری کا فیصلہ

26 ستمبر 2023 کو پاکستانی حکومت نے ایک حکم نامہ جاری کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ ملک میں بسنے والے افغان مہاجرین کو فوری طور پر افغانستان واپس جانا ہوگا۔ اس فیصلے کے فوراً بعد سرکاری اداروں نے گرفتاریوں کا عمل بھی شروع کر دیا اور ستمبر کے مہینے میں ہی بائیس ہزار سے زائد افراد کو ملک بدر کر دیا۔ اگلے دو ماہ میں پاکستانی حکومت نے تقریباً چار لاکھ مہاجرین کو ملک بدر کیا اور دسمبر 2023 سے ستمبر 2024 تک ہر مہینے اوسط تیس ہزار سے زیادہ افراد کو افغانستان واپس بھیجا جا چکا ہے۔

پناہ گزینوں کے بچے افغانستان واپسی کے لیے ٹرک میں سوار ہو رہے ہیں

ملک بدر کئے گئے مہاجرین میں سے 88 فیصد لوگ بلا کاغذات پاکستان میں مقیم تھے۔ ان میں ہزاروں ایسے بھی تھے جو یا تو کئی سالوں سے پاکستان میں مقیم تھے یا یہاں ہی پیدا ہوئے تھے۔ ان میں ڈھائی لاکھ سے زائد مہاجرین کی عمر اٹھارہ سال سے کم تھی اور واپس بھیجے گئے کل مہاجرین کا تقریباً دس فیصد حصہ پانچ سال سے چھوٹے بچوں پر مشتمل تھا۔

ان اعداد و شمار کے مطابق پاکستانی حکومت نے صرف پانچ فیصد مہاجرین کو ڈیپورٹ یعنی قانونی کارروائی کے نتیجے میں واپس بھیجا۔ اگرچہ ملک بدر ہونے والے مہاجرین کی بھاری اکثریت رضا کارانہ طور پر واپس گئی، یہ امر بھی غور طلب ہے کہ ملک بدری کا سرکاری حکم نامہ جاری ہونے کے بعد ان کا پاکستان میں قیام بہت مشکل یا ناممکن ہو چکا تھا۔

قید و بند کا خوف

اقوام متحدہ کے نمائندوں کے استفسار پر ان لوگوں کی بھاری اکثریت کا یہ کہنا تھا کہ ان کے ملک چھوڑ کر جانے کی بنیادی وجہ گرفتاری اور حراست کا خوف ہے۔ ساتھ ہی تقریبا انیس فیصد لوگوں کا کہنا تھا کہ ملک بدری کے حکومتی فیصلے کے بعد وہ اپنے روزگار سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے جس کے باعث ان کے لئے واپس جانے کے علاوہ کوئی چارہ موجود نہیں تھا۔

ایسے مہاجرین جن کے پاس بطور مہاجر رجسٹریشن کا ثبوت موجود تھا ان کی اکثریت کے مطابق ان کے واپس جانے کی بنیادی وجوہات سماجی اور معاشی دباؤ اور سرحد پر آمد و رفت کے نہایت مشکل قوانین تھے۔

ملک بدر کئے گئے مہاجرین میں زیادہ تر کا تعلق کوئٹہ (21 فیصد) اور پشاور (20 فیصد) سے تھا۔ ان دو شہروں کے بعد سب سے زیادہ مہاجرین کراچی سنٹرل (12 فیصد) اور پشین (10 فیصد) سے واپس بھیجے گئے۔ ان مہاجرین کی افغانستان میں سب سے بڑی منزل ننگرہار صوبہ تھی اور اس کے بعد سب سے زیادہ لوگ کندھار، کابل اور قندوز کے صوبوں کی طرف گئے۔

گرفتاریوں میں بلوچستان سرفہرست

ستمبر 2023 میں جاری ہونے والے حکم نامے کے بعد ملک بھر میں افغان مہاجرین کی گرفتاریوں اور حراست کا بھی ایک بڑا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نومبر 2023 تک ہی پاکستان قانونی ادارے کم از کم 25,000 مہاجرین کو ملک کے مختلف علاقوں سے گرفتار کر چکے تھے۔

ان گرفتاریوں کے ذریعے نہ صرف پاکستانی حکومت نے مہاجرین کو خود واپس بھیجا بلکہ باقیوں میں بھی خوف پیدا کیا کہ وہ رضا کارانہ طور پر ملک چھوڑ دیں۔ کل ملا کر ستمبر 2023 کے بعد اگلے ایک سال میں پاکستانی حکومت نے 35,000 سے زائد افراد کو گرفتار کیا ہے (آئی او ایم کے مطابق ان گرفتاریوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے)۔

گرفتار ہونے والے مہاجرین میں سے سب سے زیادہ افراد (67 فیصد) کو بلوچستان سے حراست میں لیا گیا۔ اسی طرح پنجاب سے 13 فیصد، خیبر پختونخواہ سے 12 فیصد اور سندھ سے 6 فیصد مہاجرین گرفتار ہوئے۔

سال 2024 میں پاکستانی حکام نے سب سے زیادہ افراد کو بلوچستان میں چاغی اور پشین سے گرفتار کیا، جہاں سے بالترتیب 2628 اور 1029 مہاجرین کو حراست میں لیا گیا۔ اس کے بعد گرفتاریوں کے حوالے سے سب سے بڑے شہر پشاور (746)، کراچی (649) اور کوئٹہ (646) ہیں۔

انسانی حقوق کا احترام

اکتوبر 2024 تک لگ بھگ ساڑھے سات لاکھ لوگوں کو ملک بدر کرنے کے بعد پاکستانی حکام نے گرفتاریوں اور ملک بدری کرنے کے عمل کو روک دیا ہے اور باقی رہ گئے مہاجرین کو جون 2025 تک اپنے بطور مہاجر رجسٹریشن کا ثبوت پیش کرنے کا وقت دیا ہے۔

یو این ایچ سی آر اور آئی او ایم نے اس عمل کا خیر مقدم کرتے ہوئے پاکستان حکومت سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ مہاجرین کے تحفظ کی عالمی مثال قائم کرے اور افغان مہاجرین کے قانونی حیثیت سے قطع نظر ان کی حفاظت کرے۔ ان اداروں نے اس بات کی نشاندہی بھی کی ہے کہ افغان مہاجرین کا مسئلہ پیچیدہ اس لئے بھی ہے کیونکہ ان میں سے ہزاروں افراد سے سماجی، خاندانی اور معاشی رشتے پاکستان میں قائم ہیں لہٰذا پاکستانی حکام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

شمالی پاکستان میں داخلی نوآبادیاتی نظام ثقافتی حقوق پر اثر

زبیر توروالی

آئی اے رحمان ریسرچ سیریز

تعارف

اگرچہ شمالی پاکستان، جو بالائی خیبر پختونخوا اور گلگت بلتستان پر مشتمل ہے، اپنی قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے خاصی توجہ حاصل کرتا ہے، لیکن ریاستی بیانیے اور علمیت کے مقامی ذرائع، دونوں سطحوں اس کی شاندار مقامی ثقافتوں اور لسانی شناخت کو بری طرح نظرانداز کیا گیا ہے۔ اس خطے کو اکثریتی پاکستان کی خواہشات کے تابع ایک سیاسی مضافاتی علاقے کے طور پر سمجھا جاتا ہے، جس نے داخلی نوآبادیاتی نظام کی ایک شکل اور سماجی، سیاسی اور ثقافتی شناخت کے بحرانوں کو جنم دیا ہے اور خطے کی مقامی زبانوں پر شدید منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کا خیال ہے کہ الگ ثقافتی شناخت کا حق انسانی وقار کے تصور سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح، اجتماعی ثقافتی حقوق کا تحفظ آئین کے آرٹیکل 28 کے ذریعے بنیادی حق کے طور پر کیا گیا ہے۔ اس لیے جبری یا غیرارادی انضمام انسانی حقوق کے نقطہ نظر سے تشویش کا باعث ہے۔ اس مضمون میں اس نقطے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس امر کا جائزہ بھی لیا گیا ہے کہ آیا جبری یا غیر ارادی انضمام کو ایک سوچی سمجھی 'مطلوبہ' ثقافتی یکسانیت کی بنیاد پر فروغ دیا گیا ہے۔

اس مطالعے میں 1947 میں آزادی کے بعد شمالی پاکستان کی صورت حال کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد بھی اس خطے میں نسلی برادریاں کس حد تک داخلی نوآبادیات کا شکار ہیں، اور اس نے لوگوں کی لسانی و ثقافتی شناخت اور ان کے آئینی سیاسی حقوق کو کس حد تک متاثر کیا ہے۔

سفارشات

ثقافتی اور سیاسی تسلط سے نجات کی بنیادی ذمہ داری ان برادریوں پر عائد ہوتی ہے جو اس کا شکار ہیں۔ اس گروپ کے اندر، مقامی دانشور بنیادی طور پر نوآبادیاتی بیانیے کو چیلنج کرنے اور کمیونٹی کے وقار اور خوداعتمادی کی بحالی کے لیے کام کرنے کا ذمہ دار ہے۔ تاہم، ان کمیونٹیز کے مقامی دانشوروں نے اکثر سرکاری تعلیم کے ذریعے نوآبادیاتی منصوبے کے لیے سہولت کاری کا کام کیا ہے۔ یہ امر انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ وہ دوبارہ اپنے لوگوں کے ساتھ جڑت پیدا کریں اور ان کے ساتھ مل کر داخلی نوآبادیاتی نظام سے نجات کی سمت متعین کریں۔ استعماری قوتیں، بیرونی اور اندرونی دونوں، محکوم برادریوں اور قوموں کے ساتھ کبھی ہمدردی نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا مقامی لوگوں کو مستقل تسلط کو ختم کرنے کے لیے علمی، فکری، سماجی، معاشی اور سیاسی محاذوں پر متحرک ہونا پڑے گا۔ سب سے اہم محاذ سیاسی ہے کیونکہ باقی تمام محاذ تسلط پسند گروہوں کی سیاسی سازشوں کے تابع ہیں۔ سیاست طبقاتی اور شناخت دونوں سطحوں پر کی جائے۔ پسماندہ طبقوں کو آئین کے دائرے میں رہ کر آئین اور استعماری قوموں کے حق میں پالیسی سازی کے لیے جدوجہد کرنی ہوگی۔ نیولوکل ازم کے نظریات کو شمالی پاکستان کے دیہی اور مضافاتی علاقے کی مطابقت میں ڈھالا جا سکتا ہے، جس میں خطے، صوبے اور وفاق کے درمیان اقتصادی اور قدرتی وسائل کے اشتراک پر زور دیا جا سکتا ہے۔ اپنی زمینوں، زبانوں، ثقافتوں اور وسائل کے مسائل پر فیصلہ سازی میں مقامی لوگوں کی مؤثر شمولیت ناگزیر ہو جاتی ہے۔

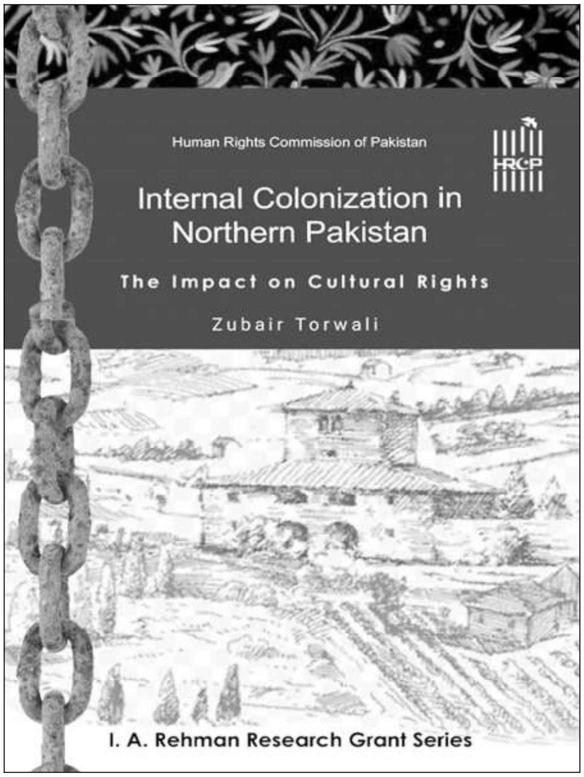

پاکستانی ریاست کو وفاقی اور صوبائی حکومت کے ساتھ مل کر پسماندہ برادریوں کی طرف سے اٹھائے گئے ثقافتی، لسانی اور سیاسی مسائل پر دبی آوازوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ریاست کی جانب سے لگاتار جو زبردستی اقدامات کیے جا رہے ہیں اس سے ان برادریوں میں مخالفت اور بدامنی پیدا ہو رہی ہے۔ سیاسی جماعتوں، منتخب نمائندوں اور وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کی گئی ہیں۔

☆ جو برادریاں خطرے سے دوچار زبانیں بولتی ہیں انہیں آئینی ترمیم کے ذریعے مقامی قرار دیا جانا چاہیے تاکہ مقامی لوگوں کو زمینوں اور دیگر وسائل پر حقوق مل سکیں۔

☆ گلگت بلتستان کو پارلیمنٹ میں مکمل نمائندگی والا صوبہ بنانے کے لیے فوری طور پر خصوصی انتظامات کیے جائیں۔ متبادل بندوبست کے طور پر، اسے آزاد جموں و کشمیر جیسا درجہ دیا جائے اور اسے اپنے اندرونی معاملات میں خودمختاری دی جائے۔

☆ خطرے سے دوچار زبانوں کی تحقیق، فروغ اور احیاء کے لیے صوبائی اور وفاقی سطح پر مخصوص ادارے بنائے جائیں۔

☆ شمالی پاکستان میں سیاحتی علاقوں کے تحفظ اور فروغ کے لیے پالیسیاں بنائی جائیں، اور حوالے سے مقامی ملکیت اور معاش پر خاص توجہ دی جائے۔

☆ دیامر، تانگیر، داریل، کوہستان، دیر اور سوات جیسے علاقوں میں مذہبی انتہا پسندی کو فوری طور پر لگام دی جائے کیونکہ یہ شمالی پاکستان میں انسانی جانوں اور امن کے لیے خطرات کا موجب ہے۔

ضلعی انتظامیہ کی جانب سے ڈیرہ غازی خان پریس کلب کی بندش

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

تعارف

یہ مشن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ڈیرہ غازی خان ڈسٹرکٹ پریس کلب کے صدر شیر افگن بزدار کی ایک تحریری شکایت موصول ہونے کے بعد بھیجا تھا۔ تحریری شکایت میں الزام لگایا گیا تھا کہ ڈیرہ غازی خان کے کمشنر نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے 2 جون 2024 کو پریس کلب کو غیر قانونی طور پر بند کر دیا تھا۔ ایچ آر سی پی کو پریشانی لاحق ہوئی کہ یہ حکم نامہ نہ صرف صحافت کی آزادی بلکہ آئین کے آرٹیکل 19 کے تحت اظہار رائے کی آزادی کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ، لبنیٰ ندیم (کونسل ممبر)، محمد سلیم (مقامی سطح پر انسانی حقوق کے دفاع کار) اور فیصل تنگوانی (ایچ آر سی پی کے اسٹاف ممبر) پر مشتمل فیکٹ فائنڈنگ مشن نے حقائق جاننے کے لیے متعلقہ مقام کا دورہ کیا۔

ڈیرہ غازی خان پریس کلب کا دورہ

10 اکتوبر 2024 کو مشن نے ڈیرہ غازی خان پریس کلب کا دورہ کیا۔ پریس کلب کی عمارت اور ملحقہ چار دکانیں جنہیں پریس کلب کی ملکیت کہا جاتا ہے، کو تالہ لگا دیا گیا تھا۔ اس دورے کے دوران مشن نے پریس کلب کے صدر شیر افگن بزدار سمیت دیگر ممبران سے ملاقات کی جن میں طارق حسین وڈانی، امین کلور، بشیر احمد، بخت کھوسہ، عابد حسین بزدار، شہزاد خان، محمد علی میرانی، حسنین شیخ، محمد اسلم، اصغر حسین، غضنفر، محمد احمد، خادم حسین، افضل، محمد آصف، غلام مصطفیٰ اور فیصل شہزاد شامل تھے۔

پریس کلب کے صدر سے ملاقات

شیر افگن بزدار نے ٹیم کو بتایا کہ 1970 میں صوبائی حکومت نے اس پریس کلب کو 11 مرلہ زمین الاٹ کی تھی۔ 26 اپریل 2024 کو پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کے رہنما ملک اقبال ثاقب دیگر پارٹی رہنماؤں کے ساتھ پریس کانفرنس کرنے پریس کلب آئے۔ بزدار اُس وقت موجود نہیں تھے۔ پریس کلب کی عمارت کے باہر پولیس کی بھاری نفری موجود تھی۔ پریس کانفرنس شروع ہوتے ہی پولیس عمارت میں داخل ہوئی اور وہاں موجود تمام سیاسی کارکنوں کو گرفتار کر لیا۔

پولیس کی اس 'غیر قانونی کارروائی' سے بزدار کو ٹیلی فون پر آگاہ کیا گیا، جس کے بعد انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے پولیس کے اس اقدام کے خلاف احتجاج کا اعلان کیا۔ 28 اپریل 2024 کو، بزدار اور پریس کلب کے جنرل سیکرٹری بشیر احمد کو ڈپٹی کمشنر نے حراست میں لے کر پنجاب مینٹیننس آف پبلک آرڈر آرڈیننس 1960 کے تحت ایک دن کے لیے حوالات میں بند کر دیا۔ بزدار نے دعویٰ کیا کہ اس دوران انہیں تین گھنٹے تک تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ بعدازاں، انہیں 15 دن تک ضلعی جیل میں رکھا گیا۔

بزدار نے یہ بھی کہا کہ سابق نگران وزیر اعلیٰ محسن نقوی نے (جب وہ نگراں وزیر اعلیٰ تھے) پریس کلب کے نومنتخب عہدیداروں کو وزیر اعلیٰ ہاؤس لاہور میں مدعو کیا تھا اور انہیں پریس کلب کی دیکھ بھال کے لیے 50 لاکھ روپے کا چیک پیش کیا تھا۔ تاہم، 23 مئی 2024 کو ڈپٹی کمشنر نے تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر جنرل کو خط لکھ کر ہدایات دیں کہ وہ پریس کلب کے معاملات میں مداخلت کریں اور نئے انتخابات کرائیں۔ مؤخرالذکر نے جواب میں کہا کہ پنجاب حکومت کو پریس کلب کے معاملات میں مداخلت کا کوئی اختیار نہیں اور مزید کہا کہ پریس کلب کے ممبر صحافیوں کے درمیان کوئی بھی مسئلہ پریس کلب کے آئین کے مطابق آپس میں مفاہمت کے ساتھ حل ہونا چاہیے۔

پریس کلب کے ملازم سے ملاقات

1985 سے پریس کلب میں کام کرنے والے محمد اشرف نے مشن کو بتایا کہ اُس وقت کی پنجاب حکومت نے 1970 میں پریس کلب کو 11 مرلہ زمین الاٹ کی تھی (اس طرح بزدار کی رپورٹ کی تصدیق ہوئی)۔ انہوں نے کہا کہ اس کا ریکارڈ محکمہ ریونیو کے پاس موجود ہے لہٰذا پریس کلب جس اراضی پر تعمیر ہوا ہے اس پر غیر قانونی قبضہ نہیں ہے۔ محمد اشرف نے مشن کو پٹواری کی رپورٹ بھی پیش کی جس پر 1 جون 2024 کی تاریخ درج تھی (کمشنر کو پیش کی گئی)۔ اس رپورٹ میں پریس کلب کو زمین کی الاٹمنٹ کا واضح طور پر ذکر تھا۔

پریس کلب کی ملکیتی دکانوں کے کرایہ داروں سے ملاقات

مشن نے دو کرایہ داروں، محمد شمیم اور محمد نواز کا انٹرویو کیا، جنہوں نے پریس کلب کے ساتھ ملحقہ دکانیں کرائے پر لے رکھی تھیں۔

شمیم نے بتایا کہ اس نے اپنی دکان، ایک اخباری ایجنسی کو گزشتہ پانچ سالوں سے کرائے پر دے رکھی تھی، جس کے لیے وہ پریس کلب کو ماہانہ 22,000 روپے ادا کرتے تھے۔ 2 جون 2024 کو جب پریس کلب کو بند کیا گیا تو اس کی دکان بھی بند کر دی گئی۔ لہٰذا، اس کی تفصیلات والی فہرست پچھلے پانچ مہینوں سے ناقابل رسائی ہے۔

نواز نے مشن کو بتایا کہ وہ موبائل فون کا کاروبار کرتا ہے اور اس کی دکان کو بھی تالے لگا دیے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پولیس نے ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج کیا (پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2022 کے تحت میونسپل جرائم کے الزام میں۔ ایف آئی آر 198/2024)۔ مشن نے اس کی تصدیق کی تھی۔

پریس کلب کے سینئر نائب صدر سے ملاقات

پریس کلب کے سینئر نائب صدر غنی کھوسہ نے مشن کو بتایا کہ وہ 2023 میں عہدیدار منتخب ہوئے تھے، جب اپریل 2024 میں صدر اور جنرل سیکرٹری کو گرفتار کیا گیا تو انہوں نے مقامی صحافی برادری کے ساتھ مل کر ڈیرہ غازی خان کے کمشنر سے ملاقات کی تاکہ وہ کمشنر کو اپنے ساتھیوں کو رہا کرنے اور پریس کلب کھولنے کے لیے آمادہ کر سکیں۔ تاہم کمشنر نے انہیں بتایا تھا کہ پریس کلب کے دو سینئر ممبران سجاد احمد چنوں اور اسد اللہ داؤدی نے انہیں ایک درخواست بھیجی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ پریس کلب پر 'شر پسندوں' کا قبضہ ہے جو اسے 'سیاسی اور ریاست مخالف' سرگرمیوں کے لیے استعمال کر رہے ہیں جس کی وجہ سے کلب کو تالے لگائے گئے تھے۔

کھوسہ کے مطابق کمشنر نے یہ بھی کہا کہ اگر پریس کلب کے اراکین نے نئے انتخابات کا شیڈول جاری نہ کیا یا یہ اعلان نہ کیا کہ وہ مستقبل میں پی ٹی آئی کے اراکین کو وہاں پریس کانفرنس کرنے کی اجازت نہیں دیں گے تو پریس کلب نہیں کھولا جائے گا۔ کھوسہ نے مشن کو بتایا کہ اکتوبر 2023 کے پریس کلب کے انتخابات کے نتائج کو پریس کلب کے تمام ممبران نے تسلیم کیا تھا اور ہارنے والے فریق نے کسی بھی فورم پر نتائج کو چیلنج نہیں کیا۔

انجمن صحافیانِ ڈیرہ غازی خان کے صدر سے ملاقات

انجمن صحافیانِ ڈیرہ غازی خان کے صدر مصطفیٰ لاشاری نے مشن کو بتایا کہ وہ روزنامہ اوصاف میں کرائم رپورٹر کے طور پر کام کرتے تھے۔ لاشاری 26 اپریل 2024 کو پریس

کلب میں موجود تھے جب پولیس نے پی ٹی آئی رہنماؤں کو موقع پر ہی گرفتار کیا اور تصدیق کی کہ مقامی صحافیوں نے پولیس کی کارروائی کے خلاف احتجاج کیا تھا، جس کے نتیجے میں صدر اور جنرل سیکرٹری کو گرفتار کرلیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے بعد پولیس نے یہ جواز بنا کر پریس کلب کو تالہ لگا دیا تھا کہ یہ صوبائی حکومت کی ملکیتی زمین ہے جس پر غیر قانونی طور قبضہ ہوا ہے۔ لاشاری نے یہ بھی کہا کہ پریس کلب کی عمارت کو لگے تالے کھلوانے کے لیے پریس کلب نے میٹروپولیٹن کارپوریشن کے خلاف دیوانی دعویٰ دائر کیا تھا، جس میں مدعیوں نے موقف اختیار کیا تھا کہ ضلعی حکومت کو پریس کلب کو بند کرنے کا اختیار نہیں۔

کمشنر ڈیرہ غازی خان سے ملاقات

مشن نے کمشنر، ناصر بشیر سے ملاقات کی، جنہوں نے کہا کہ مشن کو ڈیرہ غازی خان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں 'شکایت' کرنے کے بجائے 'غزہ جانا چاہیے' جہاں حقوق کی بدترین خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پریس کلب کو کئی وجوہات کی بنا پر بند کیا گیا تھا، ایک یہ کہ پنجاب حکومت ناجائز قابضین کے خلاف آپریشن کر رہی ہے۔ تاہم انہوں نے مشن کو اس الزام کا کوئی تحریری ثبوت پیش نہیں کیا۔

ٹیم نے کمشنر کو بتایا کہ ریونیو ریکارڈ کے مطابق پریس کلب کو 11 مرلہ اراضی الاٹ کی گئی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ 'جعلی اور بوگس' الاٹمنٹ تھی۔ انہوں نے کہا کہ پریس کلب کے سینئر ممبران نے 18 مئی 2024 کو نئی منتخب باڈی کے خلاف درخواست دائر کی تھی، جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ پریس کلب کو 'سیاسی مقاصد اور ریاست مخالف سرگرمیوں' کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ سینئر صحافی سجاد احمد چنوں اور اسد اللہ داؤدی نے درخواست دائر کی تھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر پریس کلب کے ممبران مل بیٹھ کر اپنی شکایات کا ازالہ کرتے ہیں اور نئے الیکشن شیڈول کا اعلان کرتے ہیں تو پریس کلب کھول دیا جائے گا۔ انہوں نے مشن کو مشورہ دیا کہ وہ ان صحافیوں سے ملیں جنہوں نے درخواست دائر کی تھی اور ان کا مؤقف قلمبند کریں۔

پریس کلب کے خلاف درخواست دینے والے صحافیوں سے ملاقات

مشن نے سجاد احمد چنوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ شہر سے باہر ہیں۔ اس کے بعد ٹیم اسد اللہ داؤدی کے پاس پہنچی اور ڈیرہ غازی خان میں کچہری روڈ پر واقع ان کے دفتر میں ان سے ملاقات کی۔ مشن سے بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پریس کلب کی بندش پریشان کن امر ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ پریس کلب نے کسی سرکاری اراضی پر ناجائز قبضہ نہیں کیا۔ بلکہ یہ زمین پریس کلب کو پنجاب حکومت نے الاٹ کی تھی۔

پریس کلب کے عہدیدار اس وقت کے نگران وزیر اعلیٰ سے ایک چیک وصول کر رہے ہیں

داؤدی نے تصدیق کی کہ انہوں نے سجاد احمد چنوں کے ساتھ مل کر 18 مئی 2024 کو کمشنر کے پاس ایک درخواست دائر کی تھی، جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ پریس کلب کو 'سیاسی مقاصد اور ریاست مخالف سرگرمیوں' کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ درخواست میں یہ بھی کہا گیا پریس کلب کی دکانوں سے ملنے والے کرائے کی رقم میں 'شرپسند' اور 'غیر قانونی' طور پر منتخب باڈی غبن کر رہی ہے اور وہ رقم پریس کلب کے بینک اکاؤنٹ میں جمع نہیں کروائی جا رہی۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے کمشنر سے درخواست کی تھی کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ضلعی انتظامیہ ووٹرز کی نئی فہرست تیار کرے اور اپنی نگرانی میں نئے انتخابات کرائے۔

انہوں نے مشن کو بتایا کہ انہوں نے ڈیرہ غازی خان میں میونسپل کارپوریشن کے چیف آفیسر اور دیگر صحافیوں کے خلاف سینئر سول جج کی عدالت میں دعویٰ دائر کر رکھا ہے جس میں استدعا کی گئی ہے کہ پریس کلب بند رہنا چاہیے۔ چیف آفیسر ضلعی حکومت کے ایماء پر 13 جون 2024 کو عدالت میں پیش ہوئے اور کہا کہ ان کا پریس کلب کو کھولنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ داؤدی نے یہ بھی کہا کہ مشن کی آمد سے قبل، انہیں کمشنر کے دفتر سے ایک کال موصول ہوئی تھی، جس میں انہیں دیگر صحافیوں کے ساتھ اپنی شکایات دور کرنے کا کہا گیا تھا۔

مشاہدات

شواہد کی بنیاد پر، مشن کا خیال ہے کہ ڈیرہ غازی خان پریس کلب کو تالے لگانے کی بنیادی وجہ پی ٹی آئی رہنماؤں کو وہاں پریس کانفرنس کرنے سے روکنا تھا۔ کمشنر نے پریس کلب کی اراضی کی الاٹمنٹ کو 'جعلی' قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامی انتظامیہ پریس کلب کے معاملات میں غیر ضروری مداخلت کر رہی ہے۔ یہ حقیقت ڈپٹی کمشنر کی طرف سے ڈائریکٹر جنرل تعلقات عامہ کو لکھے گئے خط سے بھی ظاہر ہوتی ہے، جس میں ان سے پریس کلب کے نئے انتخابات کا شیڈول جاری کرنے کو کہا گیا ہے- یہ کام چونکہ مؤخر الذکر کے مینڈیٹ سے باہر ہے۔ لہذا، انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ مشن کے لیے یہ سمجھنا بھی مشکل ہے کہ میونسپل کارپوریشن کے چیف آفیسر نے عدالت میں یہ بیان کیوں دیا کہ ضلعی انتظامیہ کا پریس کلب کھولنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ پریس کلب کے اراکین کے حریف گروپوں کے درمیان تناؤ موجود ہے۔ صحافیوں کا ایک چھوٹا گروپ نئے انتخابات کے لیے کوشاں ہے اور موجودہ عہدیداروں پر عدم اعتماد کا اظہار کر رہا ہے۔ درحقیقت، انتخابات کے نتائج کو تمام مقامی صحافیوں کی تنظیموں نے تسلیم کرلیا تھا کیونکہ ان نتائج کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی گئی۔ تاہم، سب سے اہم بات یہ ہے کہ ضلعی انتظامیہ پریس کلب کے نومنتخب عہدیداروں کے کام میں مداخلت کرتی نظر آئی ہے جو باعثِ تشویش ہے۔

سفارشات

1۔ پریس کلب کی عمارت کو لگے تالے فوری طور پر کھولے جائیں۔
2۔ پریس کلب کو بند کرنے کی وجوہات جاننے کے لیے شفاف اور آزادانہ انکوائری کی جائے اور انکوائری کے نتائج منظر عام پر لائے جائیں۔
3۔ مقامی صحافیوں کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کرنے کے ذمہ داروں کا محاسبہ کیا جائے۔
4۔ ضلعی انتظامیہ کو ایسے کسی بھی اقدام سے گریز کرنا چاہیے جو آزادی صحافت اور لوگوں کی آزادی اظہار اور اجتماع کے خلاف ہیں۔
5۔ پریس کلب کی ملکیتی دکانوں کو بھی فوری طور پر کھولا جائے۔ کرایہ داروں کا ساز و سامان واپس کیا جائے، اور ان کے مالی نقصان کی تلافی کی جائے۔
6۔ پریس کلب کے عہدیدار آزادانہ آڈٹ کے ذریعے پریس کلب کے مالی معاملات کو مزید شفاف بنائیں۔ پریس کلب کی دیکھ بھال کے لیے موصول ہونے والے 50 لاکھ روپے کے اخراجات کا بھی شفاف آڈٹ کروایا جائے۔

ڈیجیٹل لٹریسی وقت کی اہم ضرورت ہے

اسرارالدین اسرار

پاکستان میں گذشتہ چند سالوں میں سیاسی و مذہبی راہنماؤں اور ججز سمیت کئی لوگوں کی نجی ویڈیوز وائرل ہوچکی ہیں۔ ایسی ویڈیوز کو سوشل میڈیا استعمال کرنے والے لاکھوں صارفین ثواب سمجھ کر آگے پھیلاتے اور ان پر تبصرے و تجزیے کرتے رہے ہیں۔ ان تبصروں کے دوران غیر جانبدارانہ اور سائنسی تبصرے و تجزیے کم جبکہ پسند ناپسند کی بنیاد پر طنز اور تنقید زیادہ کیا جاتا ہے۔ اگر زیر بحث فرد اپنے پسند کے قبیلہ، پارٹی، مسلک یا تنظیم سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے حق میں دلائل کے انبار لگا دیئے جاتے ہیں اور اگر مخالف گروپ کا ہے تو اس پر لعن طعن میں کوئی کسر باقی نہیں رکھا جاتا ہے۔ ایک مولانا صاحب کی ایک لڑکے کے ساتھ بدفعلی کی ویڈیو وائرل ہوئی تو اس کے حمایتی لوگ مکمل خاموش تھے جبکہ دیگر تمام لوگ اس پر لعن طعن کر رہے تھے۔ پی ٹی آئی کے اعظم سواتی اور مسلم لیگ ن کے سابق گورنر محمد زبیر کی ویڈیوز پر ان کی پارٹیوں کے لوگ ان کی دفاع کرتے رہے جب کہ مخالف پارٹیوں کے لوگ تنقید، تبصرے، تجزیے اور گالم گلوچ کرتے رہے۔

کسی خاتون کی نجی ویڈیو منظر عام پر آ گئی تو تمام مردوں کی غیرت ایک ساتھ جاگ جاتی ہے۔ اس کا مسلک، زبان، عقیدہ اور علاقہ وغیرہ دیکھ کر اس پر حسب توفیق تنقید کے تیر برسائے جاتے ہیں۔ اس میں خاص خیال یہ رکھا جاتا ہے کہ ویڈیو میں موجود مرد پر ہرگز تنقید نہ کی جائے بلکہ فاش ویڈیو کی تمام تر ذمہ داری عورت پر ڈالی جائے تاکہ پدرشاہی کے نسب در نسب چلنے والے سلسلے کو گزند نہ پہنچ پائے۔

پاکستان میں سوشل میڈیا استعمال کرنے والے صارفین کی تعداد گیارہ کروڑ سے زائد ہے جن میں اکثریت ڈیجیٹل رائٹس، سائبر کرائمز اور سائبر سیکورٹی کی الف ب سے واقف نہیں ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف سائبر کی دنیا سے ناواقف ہیں بلکہ عام زندگی میں بھی ایک مہذب معاشرے میں رائج اخلاقی اقدار سے ناواقف ہیں۔ جس کا ثبوت پاکستان میں جرائم سے متعلق پولیس کا ڈیٹا ہے۔ اس کے علاوہ وہ غیر مہذب معاشرتی رویے بھی ہیں جن کا ہم روزمرہ زندگی میں اپنے آس پاس مشاہدہ کرتے ہیں، جن میں جسمانی، جنسی اور نفسیاتی تشدد، لوگوں کی عزتیں اچھالنا، کردار کشی کرنا، عورتوں کو پبلک مقامات اور کام کی جگہوں پر ہراساں کرنا، راہ چلتی خواتین کو گھورنا اور ان کی غیبت کرنا، بات بات پر الزامات لگانا، جھوٹ بولنا، ملاوٹ کرنا، ناپ تول میں ڈنڈی مارنا، کسی بھی خبر کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلانا جیسی دیگر غیر مہذب سرگرمیاں اور رویے شامل ہیں۔

اب چونکہ دنیا ڈیجیٹل ہوگئی ہے۔ ہر ایک فرد کے ہاتھوں میں سمارٹ فون، آئی پیڈ، لیپ ٹاپ اور کوئی نہ کوئی ڈیجیٹل ڈیوائس موجود ہے ایسے میں ان معاشرتی رویوں کا ڈیجیٹل ورلڈ یعنی سوشل میڈیا وغیرہ میں بھی جھلک نظر آنا ایک فطری امر ہے۔ یہی وجہ ہے پاکستان میں سائبر کرائمز میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان گلوبل سائبر سیکورٹی انڈیکس میں سرفہرست ممالک میں شامل ہے جہاں سائبر کرائمز سب سے زیادہ ہیں اور ماہرین کا خیال ہے کہ یہی صورتحال برقرار رہی تو مستقبل میں ملک میں سائبر کرائمز کی شرح میں مزید اضافہ ہوگا۔ گویا پاکستان ان ممالک میں شامل ہے جہاں اکثریتی آبادی انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل ڈیوائسز کا غلط استعمال کرتی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ جو لوگ سوشل میڈیا میں اخلاقیات اور تہذیب کا روایتی درس دیتے ہیں وہ بھی سائبر کرائمز کی ابجد سے ناواقف ہیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ وہ جس فوٹو، ویڈیو یا مواد کو ناجائز قرار دینے کے باوجود اس کو آگے پھیلاتے ہیں وہ بذات خود سائبر کرائم ہے۔ اگر وہ ویڈیو کسی نے لیک کی ہے تو وہ جرم ہی ہے ساتھ میں اس ویڈیو کو پھیلانے والا بھی مجرم ہے کیونکہ یہ سب پرائیویسی بریچ میں آتا ہے۔ اگر وہ ویڈیو پورن ہے اور کسی بندے نے اپنی مرضی سے پھیلائی ہے تو بھی وہ فحاشی کے زمرے میں آئے گی اور اس کو پھیلانا بھی جرم ہے۔ یعنی دونوں صورتوں میں یہ ایک مجرمانہ عمل ہے۔ اسی طرح تشدد، خون آلود تصویروں سمیت ایسا مواد جو تشدد کو جنم دے اور نفرت پھیلانے کا باعث بنے وہ بھی جرم ہے۔

پاکستان پچیس کروڑ لوگوں کا ملک ہے یہاں ہر طرح کے جرائم پہلے سے رپورٹ ہوتے رہے ہیں۔ سائبر کرائمز کی دنیا یہاں کے لوگوں کے لئے نئی ہے۔ سائبر کرائمز یا غیر مناسب مواد کی سوشل میڈیا میں تشہیر، تبصرہ یا تجزیہ کرتے وقت صارفین اس بات پر غور نہیں کرتے ہیں کہ جو ویڈیو منظر عام پر آئی ہے یا لائی گئی ہے اس کے پیچھے حقائق کیا ہیں؟ سوشل میڈیا میں وائرل ہونے والی کوئی بھی ویڈیو فیک نیوز اور پروپیگنڈے کا حصہ بھی ہوسکتی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہر ویڈیو کے پیچھے ایک پس منظر ہوتا ہے۔ کوئی ویڈیو فیک بھی ہوسکتی ہے جو کسی فرد کی شہرت کو داغدار کرنے کے لئے جعلی طریقے سے بنائی گئی ہو یا کسی سے بدلہ لینے کے لئے بنائی گئی ہو کیونکہ فیک ویڈیو بنانا آج کے زمانے میں کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

پاکستان میں فیک آئی ڈی بنانا بھی ایک عام سی بات سمجھی جاتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والے صارفین کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے جو سوشل میڈیا میں نظر آنے والی ہر تصویر، ویڈیو اور خبر کو اصل سمجھتے ہیں، وہ عام زندگی میں بھی کسی خبر کی تصدیق کرنے کے عادی نہیں ہوتے اس لئے سوشل میڈیا کے استعمال میں بھی ان کا یہی رویہ ہوتا ہے۔

حالانکہ سوشل میڈیا میں نظر آنے والی کسی برہنہ تصویر یا ویڈیو کے بارے میں سب سے پہلے یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ اصلی ہے یا نقلی ہے، دوسرا یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اگر یہ ویڈیو اصلی ہے تو پھر یہ ویڈیو کن حالات میں بنائی گئی ہے۔ کسی کو اغوا کر کے گن پوائنٹ پر بنائی گئی ہے، کسی کے ذاتی کمرے میں خفیہ کیمرے نصب کر کے بنائی گئی ہے، کسی کو لالچ دے کر بنائی گئی ہے یا کسی نے اپنی خوشی سے بنائی ہے۔ اگر فرض کریں کہ ایسی ویڈیو اپنی مرضی سے بنائی گئی ہے تو وہ اس فرد کا ذاتی فعل ہے اور وہ ویڈیو اس کی پرائیویسی ہے۔ کسی وجہ سے اس کی پرائیویسی بریچ ہوئی ہے تو وہ قانون کی مدد سے اس کو روکنے کا حق رکھتا ہے اور اس ویڈیو کو وائرل کرنے والے کو سزا مل سکتی ہے۔ چونکہ اس کی مرضی سے بنائی گئی ویڈیو سائبر قوانین کے مطابق اس کی پرائیویسی ہے ایسی ویڈیو کو پھیلانا بھی سائبر کرائمز کے مطابق جرم ہے۔

فرض کریں وہ ویڈیو کسی ایک فرد یا دو افراد نے باہمی رضامندی سے بنائی اور پھر اپنی شہرت کے لئے یا ذہنی حالت خراب ہونے کی وجہ سے خود اس کو وائرل بھی کی ہے تو ایسی صورت میں بھی دیگر افراد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس مواد کو مزید آگے پھیلائیں کیونکہ فاش مواد پھیلانا اخلاقی طور پر بھی جائز نہیں ہے۔

چنانچہ ہر صورت میں ایسے مواد پر تجزیہ، تبصرہ اور اس کی تشہیر ڈیجیٹل ڈیوائسز کے منفی استعمال کے زمرے میں آتا ہے۔ ہمارا معاشرہ پہلے سے ایک منفی معاشرہ تھا اب وہ اپنی منفی ذہنیت کو ڈیجیٹل دنیا میں شفٹ کر چکا ہے۔ دنیا انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل ڈیوائسز کو مثبت اور ترقی کے کاموں کے لئے استعمال کرتی ہے جب کہ ہمارے ہاں اس کو اپنی منفی ذہنیت کی ترویج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کسی کے ذاتی نوعیت کے مواد پر اخلاقیات کا درس دینے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنی نوجوان نسل کو بتائیں کہ وہ ایسے مواد کو پھیلانے اور اس پر تبصرہ و تجزیہ سے گریز کریں اور اس ایک فرد کی آڑ میں بغیر سوچے سمجھے کسی علاقہ، فرقہ اور زبان کو تنقید کا نشانہ بنانے سے گریز کریں۔ آپ اگر واقعی مہذب ہیں تو تہذیب کا تقاضا ہے کہ ایسے مواد کو نظرانداز کیا جائے کیونکہ ایسا مواد تو انٹرنیٹ کی دنیا میں بھرا پڑا ہے، آپ کس کس کو روکیں گے اور کس کس پر بات کریں گے، اس لئے بہتر ہے کہ ایسے موضوعات پر بات چیت کی بجائے دیگر مثبت موضوعات پر بات کی جائے۔ اگر اس موضوع پر بات کرنی بھی ہے تو تہذیب کا تقاضا ہے کہ کسی فرد کو ٹارگٹ کرنے کی بجائے عمومی بات کی جائے کیونکہ آپ کو نہیں معلوم کہ وہ مخصوص مواد کیسے لیک ہوا ہے اور اس کو لیک کرنے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں، نیز اس مواد سے متعلق اصل حقائق اور معلومات کیا ہیں۔

پاکستان میں عام طور پر زنا کی سزا کا قانون موجود ہے لیکن سائبر کرائمز میں زنا کا ذکر نہیں ہے بلکہ سائبر کرائمز کے قانون میں زنا میں ملوث افراد کی بجائے فاش تصویر یا ویڈیو پھیلانے والے کے لئے پرائیویسی بریچ کرنے کے جرم میں سزا ہے جبکہ اس فعل میں شامل افراد کے لئے ان قوانین میں سزا اس لئے نہیں کیونکہ وہ سائبر کرائمز کے ڈومین سے باہر ہے۔ یعنی وہ ویڈیو کن حالات میں اور کس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے یہ الگ تحقیق اور تفتیش کا تقاضا کرتی ہے ایسے میں اس ویڈیو میں نظر آنے والوں کی پرائیوسی کے تحفظ کو یقینی بناتے ہوئے صرف اس مواد کو سوشل میڈیا میں پھیلانے والے فرد کو قابل گرفت قرار دیا گیا ہے۔ دوسری طرف سوشل میڈیا استعمال کرنے والے افراد کی اکثریت اس فعل میں ملوث افراد پر تنقید کرتی ہے اور مواد پھیلانے والے کو کچھ نہیں کہتی بلکہ خود بھی اس مواد کو پھیلانے میں کردار ادا کرتی ہے جو کہ ان کی سائبر کرائمز اور ڈیجیٹل رائٹس سے متعلق لاعلمی کا بین ثبوت ہے۔

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ عام زندگی کی طرح سوشل میڈیا میں زبان، موضوع اور مواد سے متعلق تحقیق لازمی ہے نیز خود ایسی زبان اور مواد ایسا استعمال کیا جائے جو اخلاقیات اور سائبر قوانین کی دھجیاں اڑانے کا باعث نہ بنے اور جس کے لئے فیس بک کے کمیونٹی پروٹوکولز اور سائبر کرائمز سے متعلق آگاہی کا ہونا ضروری ہے۔ ہمیں باقی دنیا کی طرح انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل ڈیوائسز کا مثبت استعمال کرنا ہوگا۔ جس کے لئے تعلیمی اداروں اور میڈیا کے ذریعے ڈیجیٹل لیٹریسی پروگرامز کا انعقاد وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ ڈیجیٹل رائٹس، ڈیجیٹل سیکورٹی اور سائبر کرائمز کے درمیان فرق کو سمجھا جا سکے اور انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل ڈیوائسز کو معاشرے میں بگاڑ کی بجائے معاشرے کی بہتری کے لئے استعمال کیا جاسکے۔

قلم آزاد

کمپنی نامہ 3

حکومت بمقابلہ عوام

آئینی ترمیم! آئینی عدالت!
روٹی! پانی!
عدالتی بینچ! چیف جسٹس!
آزادی! انصاف!
پارلیمانی کمیشن! پارلیمانی کمیٹی!
تعلیم! صحت!
آئی ایم ایف! ورلڈ بینک!
انڈسٹری! روزگار!
سیکیورٹی ادارے
انسانی حقوق! شہری حقوق!

(ادریس بابر)

اکہترویں آئینی ترمیم

سویلین کا ٹرائل---
تھانے میں
ایف آئی اے میں
نیب میں
آئی ایس آئی میں
فوجی عدالت میں
سزا: موت بعد از گمشدگی
فوجی کا ٹرائل---
عوام کی عدالت میں
سزا: فرانس کی سڑکوں پہ لعنت

(ارسلان احمد)

خدابلوچ

ایک ویراں کلیسے میں لٹکے ہوئے عیسیٰ کے مجسمے کی قسم--
سوچتا ہوں تمھیں ڈھونڈنے کی لگن حیف بیکار ہے--
تم کہیں ہو نہیں اس خدا کی طرح گمشدہ--
ایک مدت جسے چپ ہوئے ہوگئی، گم ہوئے ہوگئی--
ایسے گم ہوگئے جس طرح خاک اڑتی ہوئی---
کتنے جنموں، زمانوں مکینوں کو مدفون کر کے کہیں کھو گئی،
لوگ روئے نہیں تو زمیں رو گئی
عیسیٰ نے لوٹنا ہے مگر، ماں کا جاوید
بیٹے کا مظہر، بہن کا بشارت نہیں لوٹے گا
ایسے میں کیا خدا اک بلوچی نہیں؟؟؟

(طہ اویس پتافی)

کہاں ہے وہ منزل؟

کہ جس کیلئے بیقرار ایک عالم
کہ جس کی ہر اک لمحہ یہ زندگی منتظر ہے
کہاں ہے وہ منزل؟
جو بخشے قرار آدمی کو
جو دے دے خوشی زندگی کو
کہاں ہے وہ منزل؟
جو سب کو لٹیروں سے محفوظ رکھے
جو سب کے لئے گھر
پھر سے آباد کر دے
کہاں ہے وہ منزل؟
جو اس پر خطر دشت کے بعد آئے
جہاں آدمی ان درندوں سے چھٹکارا پائے
سنا ہے کہ نزدیک ہے وہ یہاں سے
وہاں پہنچنے میں
کوئی دیر لگتی نہیں ہے
مگر شرط ہے اٹھ کے چلنا
کمر باندھ کر آگے بڑھنا

(غنی پرواز)

رات

رات ہی رات ہے
مطلعِ سبز سے مقطعِ سرخ تک
رات ہی رات ہے
رات کالے ارادوں کے ساتھ آئی ہے
سارے داغوں چراغوں سے آسودہ کرنے
دل و دامنِ شش جہات آئی ہے
رات کی فکر میں
ہستیٔ ناتواں
کیسے خوں خوار خدشوں کے ہاتھ آئی ہے
رات کے ذکر میں
چشمِ تہذیب کو
خیرہ کرتے اجالوں کی بات آئی ہے
کیسا اندھیر ہے
روشنی کا حوالہ بھی اب
آگہی کا الٹ پھیر ہے
کوئی سچی خبر
کوئی روشن سحر
از کراں تا کراں سیلِ ظلمات ہے
رات ہی رات ہے

(شہاب صفدر)

تماشا گر---!

تماشا گر--- تمھارا شکریہ لیکن
تمھارے لفظ کانوں تک تو آتے ہیں
مگر ان میں چھپی لذت کی شیرینی
ہمارے کرب کے کھاری سمندر میں اترتے ہی
کسی بے نام حسرت کی اچھلتی لہر کو چھو کر
ہوا کا رزق بنتی ہے
نجانے پھر کہاں جا کر برستی ہے
ہمیں ہنسنے کی خواہش ہے
مگر خواہش کا ریشم اس قدر الجھا ہوا ہے
کہ اب الجھے ہوئے ریشم کو سلجھانے
کی خواہش تک نہیں رکھتے
ہمارے مقتدر دشمن ہمیں دیوار پر لکھا ہوا پڑھنے،
سمجھنے کی اجازت تک نہیں دیتے
وہ کہتے ہیں--- اگر جینا ضروری ہے
تو پھر خود پر ہوئے ہر ظلم پر تالی بجاؤ
مسیحا مان کر ہم کو
ہمارے گیت گاؤ
تماشا گر--- تمھارا شکریہ لیکن
ابھی ہم سن نہیں سکتے
ابھی ہم رک نہیں سکتے
ابھی رونے کا موسم ہے
ابھی ہم ہنس نہیں سکتے

(خالد ندیم شانی)

مسنگ ان ایکشن

ایک لاش گم ہو گئی ہے
اس کی واحد شناختی علامت
جسم پر گولیوں کے نشان ہیں
جو کبھی نہیں چلائی گئیں
اس کے لواحقین حیران پریشان ہیں
آیا لاش کو اس کے حال پر چھوڑ دیں
یا اس کا اندراج مسنگ پرسن کے طور پر کرائیں
اگر لاش خود یہ نوٹس پڑھے
تو رضا کارانہ طور پر واپس آ جائے
اسے کچھ نہیں کہا جائے گا

(ادریس بابر)

صحافی پر حملہ

خیبر باڑہ پریس کلب کے ممبر سینئر صحافی محمد شفیق آفریدی کے بڑے بیٹے عطاء اللہ آفریدی کو گزشتہ شب نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ زخمی کو طبی امداد کے لیے لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور منتقل کر دیا گیا ہے جہاں ان کی حالت خطرے سے باہر بتائی گئی ہے۔ صحافی برادری حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے پر زور اپیل کرتی ہے کہ وہ اس واقعے میں ملوث افراد کو فوری طور گرفتار کر کے سزا دے اور صوبائی حکومت سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ باڑہ پریس کلب کے ممبر صحافی محمد شفیق آفریدی کے بیٹے کی علاج معالجے کی ذمہ داری بھی اٹھائے۔ صحافی برادری صوبائی حکومت سے صحافیوں اور ان کے خاندان کی حفاظت کے لیے مؤثر اقدامات کا مطالبہ کرتی ہے۔ وقوعہ 15 نومبر کو پیش آیا تھا۔

(مسعود شاہ)

پاکستان: یو این سربراہ کی پاراچنار میں حملوں اور ہلاکتوں کی مذمت

.... اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرش نے پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا میں ہونے والے حملوں کی سخت مذمت کی ہے جن میں 42 افراد ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے ہیں۔ ایک روز قبل یہ واقعہ افغانستان کے ساتھ سرحد کے قریب ضلع کرم کے علاقے پاراچنار میں اس وقت پیش آیا جب مسلح افراد نے شیعہ مسلم زائرین کے قافلوں پر فائرنگ کر دی۔ سیکرٹری جنرل نے متاثرہ خاندانوں اور پاکستان کی حکومت سے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ شہریوں پر حملے ناقابل قبول ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس واقعے کی تحقیقات کر کے ذمہ داروں کو انصاف کے کٹہرے میں لائے۔

زمین کا تنازع اور فرقہ وارانہ مسائل

اطلاعات کے مطابق جمعرات کو زائرین کے دو قافلے پاراچنار سے پشاور جا رہے تھے کہ اوچت نامی مقام پر گھات لگائے حملہ آوروں نے ان پر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ ہلاک ہونے والوں میں سات خواتین اور متعدد بچے بھی شامل ہیں جبکہ 28 افراد زخمی ہوئے ہیں۔ واقعے کے بعد امدادی کارکن اور قانون نافذ کرنے والے ادارے جائے وقوعہ پر پہنچ گئے جبکہ پولیس نے علاقے کو گھیرے میں لے کر فائرنگ کرنے والوں کی تلاش شروع کر دی ہے۔ ضلع کرم کے اس علاقے میں زمین کے تنازع اور فرقہ وارانہ مسائل کے باعث پہلے بھی فائرنگ اور ہلاکتوں کے واقعات پیش آ چکے ہیں۔ حالیہ مہینوں میں بھی متحارب گروہوں کے مابین کئی مرتبہ جھڑپیں ہوتی رہی ہیں۔ 12 اکتوبر کو ایسے ہی واقعے میں ایک مسافر ویگن پر فائرنگ کے نتیجے میں 15 افراد ہلاک ہو گئے تھے۔

(بشکریہ یو این خبر نامہ)

طبی سہولیات کا فقدان

نوشکی نوشکی ڈسٹرکٹ کے عوام 21 ویں صدی میں بھی صحت کے بنیادی سہولیات سے محروم ہیں میر گل خان نصیر ٹیچنگ ہسپتال میں گائنو جیسٹ سمیت گزشتہ ایک سال سے کوئی لیڈی ڈاکٹر نہیں ہے جس کی وجہ سے خواتین مریضوں کو انتہائی مشکلات دشواریوں وقت کے ضیاع اور مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے میر گل خان نصیر ٹیچنگ ہسپتال میں گائنو جیسٹ گریڈ 19 کی ایک آسامی گریڈ 18 لیڈی ڈاکٹر کی 3 آسامیاں لیڈی ڈاکٹر گریڈ 17 کی 10 آسامیاں اسپشلسٹ کی 9 آسامیاں میل میڈیکل آفیسرز کی آسامیاں خالی ہیں اور اسی طرح ڈسٹرکٹ نوشکی کے تمام مراکز صحت میں ڈاکٹرز کی آسامیاں خالی ہیں جس کی وجہ سے دیہی علاقوں کے ہزاروں باشندوں کو معمولی علاج معالجے کے لیے بھی نوشکی آنا پڑتا ہے۔

ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ڈاکٹروں کی عدم موجودگی کے باعث مریضوں کو مایوسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ خواتین مریضوں کو زچگی کے دوران اور ملازمت کرنے والی خواتین کو بیڈ ریسٹ کے سرٹیفکیٹ کے حصول میں بھی مشکلات دشواریاں اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ میر گل خان نصیر ٹیچنگ ہسپتال میں گزشتہ ایک سال سے تین میڈیکل آفیسر ایڈہاک بنیاد پر نائٹ میں اپنے خدمات سرانجام دے رہے تھے اب گزشتہ دو ماہ سے انکی تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے انھوں نے بطور احتجاج ڈیوٹی نہیں دے رہے ہیں۔ مذکورہ ڈاکٹروں کے ایکسٹنشن کے لیے محکمہ صحت کے اعلیٰ حکام کو آگاہ کیا ہے لیکن ہنوز کوئی شنوائی نہیں ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے ایکسٹنشن پر ایڈہاک بنیادوں پر فرائض دینے والے ڈاکٹروں نے مزید ڈیوٹی دینے سے معذرت کر لی ہے۔ نوشکی میں کوئی معیاری پرائیویٹ ہسپتال بھی نہیں ہے۔ نوشکی پاک ایران قومی شاہراہ این 40 پر واقع ہے اور اکثر حادثات کی صورت میں زخمیوں کو ٹیچنگ ہسپتال لایا جاتا ہے کیونکہ آر سی ڈی پاک ایران قومی شاہراہ پر کوئی مرکز صحت فعال نہیں ہے۔ زخمیوں کو بروقت طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے زخمیوں کی اموات واقع ہوتی ہیں۔ نوشکی ڈسٹرکٹ کی آبادی چار لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ امن امان کی موجودہ صورت حال میں ٹیچنگ ہسپتال میں ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے کسی بھی ناخوشگوار واقعے کی صورت میں زخمیوں اور مریضوں کو بروقت طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے صورت حال مختلف ہو سکتی ہے نوشکی سے تعلق رکھنے والے منتخب عوامی نمائندے بھی نوشکی میں عوام کو صحت کے بنیادی سہولیات کی فراہمی پر توجہ دیں۔ صوبائی وزیر صحت بخت محمد کاکڑ سکریٹری صحت بھی فوری فرصت میں میر گل خان ٹیچنگ ہسپتال کا وزٹ کریں اور ترجیحی بنیادوں پر اسپشلسٹ لیڈی ڈاکٹروں میل میڈیکل آفیسروں اور دیہی مراکز صحت میں ڈاکٹرز کی تعیناتیاں عمل میں لانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

(محمد سعید)

صحافی کو دھمکیاں

بولان ڈھاڈر شاہی چوک میں قائم جوئے کے اڈے کو بند کروانے پر جوا مافیاز کی ڈھاڈر پریس کلب کے سینئر نائب صدر محمد عارف بنگلزئی کو سنگین نتائج بھگتنے اور جان سے مارنے کی دھمکیاں۔ پریس کلب کے صحافیوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ ڈھاڈر پریس کلب کے ترجمان نے اپنے جاری کردہ مذمتی بیان میں کہا ہے کہ پریس کلب کے سینئر نائب صدر محمد عارف بنگلزئی کے گھر واقع شاہی چوک کلی بنگلزئی کی طرف جانے والے راستہ مین روڈ بلمقابل اسپیشل برانچ آفس کے ساتھ قائم جوئے کے اڈے کو بند کروانے کے خلاف جواء مافیاز کی صحافی محمد عارف بنگلزئی کو مختلف ذرائع سے سنگین نتائج اور جان سے مارنے کی دھمکیاں موصول ہوئیں جن کی شدید الفاظ میں مذمت کی جاتی ہے۔ مذمتی بیان میں مزید کہا گیا کہ محمد عارف بنگلزئی نے ہمیشہ سماج دشمن عناصر اور نوجوان نسل کو بے راہ روی کی جانب گامزن کرنے والے مافیاز کے خلاف اپنے قلم سے جہاد کیا ہے۔ حکومت ڈھاڈر پریس کلب کے سینئر نائب صدر محمد عارف بنگلزئی کو مافیاز کی جانب سے دی جانے والی دھمکیوں کا نوٹس لیکر صحافی کو تحفظ فراہم کرے بصورت دیگر پریس کلب کے توسط سے آئندہ کا لائحہ عمل طے کر کے عوامی اور سماجی حلقوں کے ساتھ ملکر شدید احتجاج اور بلوچستان بھر کے صحافی تنظیموں کو احتجاج کی کال دی جائے گی۔

(عبدالفتاح بنگلزئی)

زرعی کھیتوں سے لاش کی برآمدگی

نوشہرو فیروز 16 نومبر کو بھریا کے قریب نواحی گاؤں سوبو خان بروھی کے قریب اہل علاقہ نے کماد کی فصل میں لاش دیکھ کر پولیس کو اطلاع دی جس پر پولیس نے موقع پر پہنچ کر لاش تحویل میں لے کر اسپتال منتقل کی۔ تحقیقات کی تو نوجوان کی شناخت گاؤں سوبو خان بروھی سے دو ماہ قبل اچانک لاپتہ ہونے والے نوجوان 21 سالہ سجاد علی ولد جمعو خان بروھی کے نام سے پہچانی گئی۔ اس موقع پر متوفی نوجوان کے والد جمن بروھی نے پولیس کو بتایا کہ ان کا بیٹا دو ماہ قبل اچانک لاپتہ ہوگیا تھا جس کی ہم نے بہت تلاش کی۔ پولیس کے پاس بھی بار بار آئے مگر سجاد کا کچھ پتہ نہ چلا۔ انہوں نے کہا کہ ان کی کسی سے دشمنی نہیں ہے۔ وہ بہت غریب لوگ ہیں۔ محنت مزدوری سے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ پولیس نے ضروری کاروائی کے بعد لاش ورثا کے حوالے کردی۔

(الطاف حسین قاسمی)

'غیرت' کے نام پر بیٹی قتل

میانوالی تفصیلات کے مطابق موسیٰ خیل کے علاوہ بیگو خیلا انولہ میں پسند کی شادی کرنے پر بیٹی رمشا کے گھر داخل ہوکر ملزم سمیع اللہ نے گولیاں کا نشانہ بناڈالا۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے رمشا دم توڑ گئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرلیا۔ واقعہ 15 نومبر کو پیش آیا تھا۔ (محمد رفیق)

03 مزدور دم گھٹنے سے ہلاک

عمرکوٹ 16-11-2024 کو تحصیل وضلع عمرکوٹ کے تھر کے معروف علاقے گوٹھ مہیند رو جو بار میں بند کنویں کی صفائی کے دوران گوٹھ کے تین افراد ہر ایک 47 سالا حبیب اللہ سمیجو (9 بچوں کا باپ)، 50 سالا سکندر سمیجو (6 بچوں کا باپ) اور 30 سالا بھیوں بھیل (3 بچوں کا باپ) دم گھٹنے سے ہلاک ہوگئے۔ گوٹھ کے رہاسیوں کے مطابق مذکورہ کنواں پانچ برسوں سے بند پڑا ہوا تھا۔ اس کی صفائی کے لئے ایک شخص کنویں کے اندر اترا تو واپس باہر نہ آنے پر دوسرا کنویں کے اندر اترا وہ بھی واپس باہر نہیں آیا تو پھر تیسرا شخص بھی کنویں کے اندر اترا تو وہ بھی واپس باہر نہیں آیا۔ اس طرح تینوں دم گھٹنے سے کنویں کے اندر ہی ہلاک ہوگئے۔ بعد میں اطلاع پر حد کی پولیس اور دیگر گوٹھ باسی بھی جائے وقوع پہنچے پھر سب نے مل کر بڑی مشکل سے نعشیں کنویں سے باہر نکالیں۔

(نامہ نگار)

ادویات کی فراہمی یقینی بنائی جائے

خیبر خیبر پختونخوا کے ضلع خیبر میں لشمینیا کے مریضوں کی حالت زار پر ایک تشویش ناک رپورٹ سامنے آئی ہے۔ مشیر صحت احتشام علی کی کوششوں کے باوجود، یونیسیف کی جانب سے فراہم کردہ 75 ہزار گلوکنٹائن انجکشنز اب تک باڑہ اور جمرود میں متاثرہ مریضوں تک نہیں پہنچے ہیں۔ ان انجکشنز کی قیمت تین کروڑ روپے سے زیادہ ہے اور یہ انٹرنیشنل خریداری کا حصہ ہیں، جس کے باعث صوبائی ڈائریکٹر کے لیے انہیں خریدنا ممکن نہیں تھا۔ محکمہ صحت کے ذرائع کے مطابق، باڑہ میں لشمینیا کے مریضوں کی تعداد میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے اور انہیں علاج کے لیے کوئی بھی گلوکنٹائن انجکشن نہیں مل سکا۔ اکثر غریب مریض نجی طور پر کمزور انجکشن خریدنے پر مجبور ہیں۔ حکومت اور محکمہ صحت فوری طور پر ہنگامی اقدامات کریں۔ ان کا کہنا ہے کہ بیماری کی شدت اور بڑھتے کیسز کے باعث صورتحال سنگین ہے، اور اگر فوری طور پر مدد نہ کی گئی تو یہ ایک بڑے صحت عامہ کے مسئلے میں تبدیل ہوسکتی ہے۔ متاثرہ افراد نے اپیل کی ہے کہ حکومت کو اس معاملے کی فوری طور پر توجہ دینی چاہیے اور صحت کے مقامی مراکز کو فعال کیا جائے تاکہ مریضوں کو بروقت علاج فراہم کیا جاسکے۔ یہ صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ حکومتی ادارے اور صحت کی تنظیمیں مل کر کام کریں تاکہ متاثرہ مریضوں کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔

(مسعود شاہ)

مبینہ قتل کو ٹریفک حادثے کا رنگ دینے کی کوشش

نوشہرو فیروز نوشہرو فیروز کے نواحی علاقہ بھریا سٹی کے گاؤں حاجی اشرف رند میں مبینہ حادثے میں جاں بحق ہونے والے 40 سالہ نوجوان کی ہلاکت کے معاملے نے نیا رخ اختیار کرلیا ہے۔ اہل خانہ نے مخالفین پر مبینہ قتل کا الزام عائد کرتے ہوئے ملزمان کی گرفتاری کے لئے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مبینہ طور پر قتل ہونے والے نوجوان محمد خان رند کے بھائی طارق رند اور اس کے زخمی بیٹے جواد رند نے شدید احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ مقتول محمد خان رند کا ٹریفک حادثہ نہیں ہوا تھا۔ ہمارا برادری میں مخالفین سے جھگڑا چل رہا ہے۔ جس میں مبینہ 6 ملزمان نے حملہ کرکے ہمارے بھائی کو قتل کیا ہے۔ ملزمان پہلے بھی ہمارے بھائی کو قتل کرنے کی کوشش کرچکے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے بھائی کے ساتھ ان کا 10 سالہ معصوم بیٹا جواد رند بھی زخمی ہوا۔ جواد نے ہوش میں آنے کے بعد انہیں پوری حقیقت کے بارے میں بتایا۔ ان کا کہنا تھا کہ بھائی کی لاش روڈ پر نہیں بلکہ قتل کرکے گنے کی فصل میں پھینک دی گئی، اور سڑک اور گنے کے درمیان فاصلہ تقریباً 40 میٹر ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ملزمان اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے قتل کو حادثے کا رنگ دے رہے ہیں۔ جبکہ پولیس نے نہ جگہ کا معائنہ کیا ہے نہ ہی ہم سے کوئی بیان لیا گیا ہے۔ انہوں نے حکام سے مطالبہ کیا کہ اس پورے معاملہ کی مکمل انکوائری کرکے ان کے بھائی کے قتل کا مقدمہ درج کرکے انہیں انصاف دلایا جائے۔

(الطاف حسین قاسمی)

صحافیوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے

خیبر باڑہ کرم میں جاری فسادات میں صحافی محمد ریحان کے گھر کو نذر آتش کرنے اور جنان حسین کی شہادت کی باڑہ پریس کلب سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہے اور متعلقہ حکام سے مطالبہ کرتا ہے کہ ضلع کرم میں امن وامان کی صورتحال پر قابو پانے اور عوام کی جان ومال کی تحفظ یقینی بنانے کے لیے ترجیحی بنیادوں پر اقدامات اٹھائیں جبکہ شہید جنان حسین کو شہید پیکج دیا جائے۔ باڑہ پریس کلب کے صدر کامران آفریدی اور صحافیوں نے ضلع کرم میں جاری کشیدگی میں صحافیوں کے جان و مال کی تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ضلع کرم میں جاری جنگی حالات کو بند کرکے صحافیوں سمیت عام شہریوں کے جانی ومالی تحفظ کے لیے عملی اقدامات اٹھائیں، اب تک اس جنگ میں سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہوچکی ہے، جو نہایت افسوسناک ہے۔ باڑہ پریس کلب کے صدر کامران آفریدی نے کہا کہ پاڑہ چنار پریس کلب کے ممبر صحافی جنان حسین کی موت اور بگن کرم کے رہائشی صحافی ریحان خان کے گھر کو نذر آتش کرنے کی مذمت کرتے ہیں اور حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہاں پر موجود عوام شہریوں سمیت صحافیوں کے جان ومال کی تحفظ کے لیے عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔ صدر کامران آفریدی نے کہا کہ ضلع کرم کے شہید صحافی جنان حسین کو شہید پیکج جبکہ صحافی محمد ریحان کے جلائے گئے گھر کا معاوضہ دیا جائے۔

(مسعود شاہ)

سینیٹری ورکرز کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی

میانوالی میونسپل کمیٹی عیسٰی خیل کے سینیٹری ورکرز گزشتہ ایک برس سے تنخواہوں کی وصولی سے محروم ہیں۔تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف انہیں نے کام چھوڑ ہڑتال کر رکھی ہے۔انہوں نے بتایا کہ وہ شدید مالی مشکلات کا شکار ہیں۔اگر انہیں تنخواہیں نہیں ملیں تو وہ صاف ستھرا پنجاب سکیم کا کام سرانجام نہیں دیں گے اور نہ ہی شہر بھر میں صفائی ستھرائی کے فرائض ادا کریں گے۔

(محمد رفیق)

دو بھتیجوں کو قتل کر دیا

عمرکوٹ 14 نومبر کو تحصیل وضلع عمرکوٹ کے علاقے رانا جاگیر میں ملزم سترام ولد بجیل میگھواڑ نے اپنے دو سگے معصوم بھتیجوں اڑھائی سالا نریندر ولد راجیش اور ڈیڑھ سالا سندر ولد جیون میگھواڑ کو کلہاڑی کے وار کر کے بیدردی سے قتل کر دیا۔سٹی پولیس تھانہ عمرکوٹ نے مقتول نریندر کے والد راجیش ولد بجیل میگھواڑ کی درخواست پر ملزم سترام کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر کے ملزم کو آلہ واردات کلہاڑی سمیت گرفتار کر لیا۔مقدمہ کے مدعی کے مطابق سترام معصوم بچوں کو کھیل کود کے لئے گھر سے باہر لے گیا۔''کافی دیر تک واپس نہ آنے پر ہم تلاش کرتے ہوئے گھر اور گاؤں سے باہر نکلے تو گاؤں کے پاس جھاڑیوں میں سترام ملا۔ہم نے بچوں کے بارے میں پوچھا تو سترام نے بتایا کہ اس نے بچوں کو قتل کر دیا ہے''۔ملزم کی نشاندہی پر دونوں مقتول بچوں کی نعشیں برآمد کر لی گئیں۔نعشیں پولیس تحویل میں سول ہسپتال عمرکوٹ سے پوسٹ مارٹم کے بعد ورثا کے حوالے کی گئیں۔ملزم شادی شدہ ہے اور اپنی بیوی کو چھوڑ چکا ہے۔پولیس وقوعے کی تحقیقات کر رہی تھی۔

(نامہ نگار)

نہر سے نامعلوم نوجوان کی بوری بند نعش برآمد

خیبر 04-11-2024 کو تحصیل کنری کے علاقے ٹالہی کے قریب سب ڈویژن نواکوٹ مٹھڑاؤ کینال میں سے نکلنے والی نہر شیر ڈسٹری کی پوچھڑی میں سے نامعلوم نوجوان کی بوری بند نعش ملی۔اطلاع پر علاقے کی پولیس نے جائے وقوع پر پہنچ کر نعش نہر سے نکلوا کر اپنی تحویل میں پوسٹ مارٹم کے لئے تعلقہ ہسپتال کنری منتقل کی۔ڈیوٹی ڈاکٹروں کے مطابق نعش 4 دن پرانی ہے۔نوجوان کی عمر 20/22 برس کے درمیان ہے۔نعش کسی غیر مسلم کی ہے۔نعش کی شناخت کے لئے فنگر پرنٹ لئے گئے ہیں۔ظاہری طور پر نوجوان کے جسم پر کوئی تشدد یا زخم کے نشان نہیں تھے۔پولیس کے مطابق نعش کی پوسٹ مارٹم کروائی ہے۔علاقے واسیوں سے پوچھ گوچھ کی ہے۔مزید جانچ جاری ہے۔ساتھ ساتھ ورثاؤ کو بھی تلاش کر رہے ہیں۔قمیص کی جیب سے 10 روپے کا ایک سکہ اور کچھ سوپاریاں ہاتھ آئیں ہیں۔فی الحال نعش کو امانت طور لاوارث بتا کر ٹالہی کے قریب روڑ یو قبرستان میں دفن کی گئی ہے۔

(نامہ نگار)

غریب چرواہے پر کتے چھوڑ دیے

بولان محمد اعظم ولد عالم قوم مری سکنہ چاندرامی جو کہ اپنی بکریاں چرا رہا تھا جو کہ محمد صدیق حمید ولد جاڑا خان عبدالسلام قوم میلانزی جتوئی چرواہے بچے کو دیکھتے ہی اس پر تین کتے چھوڑ دیے۔کتوں نے بچے کو کاٹتے ہوئے بچہ شدید زخمی کر دیا۔پولس ڈھاڈر کو اطلاع دیتے ہوئے بچے کو فوری طور ڈھاڈر سیول ہسپتال لایا گیا ہے۔پولیس واقعے کی تفتیش کر رہی ہے۔

(عبدالفتاح بنگلزئی)

چار لاکھ روپے میں کم سن بیٹی برائے فروخت!

مردنان بچی کا خاندان کئی دہائیوں سے علاقے میں مقیم ہے اور حجام ہیں، لیکن معاشی مشکلات کی وجہ سے پیسوں کے عوض یہ باپ اپنی بچی کی شادی پنجاب کے رہائشی سے کرانے پر آمادہ تھا۔مردان انتظامیہ نے تحصیل کاٹلنگ میں ایک کم عمر بچی کی شادی رکوا کر اُس کے باپ، اور موقع پر موجود دیگر افراد کو گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔انتظامیہ کو ذرائع سے معلوم ہوا کہ علاقہ لنڈے شاہ میں کم عمر بچی مسکان جس کی عمر بارہ تیرہ سال بتائی گئی، اس کی شادی ٹیکسلا کے رہائشی سے ہو رہی ہے، اور لڑکی کے والد نے بچی کے عوض چار لاکھ روپے لئے ہیں۔اے اے سی کاٹلنگ سحر انور نے چائلڈ پروٹیکشن یونٹ اور پولیس تھانہ کاٹلنگ کے عملے کے ہمراہ چھاپہ مارا اور بچی کو گھر سے برآمد کر کے نکاح کی تقریب میں شامل تمام افراد اور بچی کے والد کو گرفتار کر کے ان کے خلاف چائلڈ پروٹیکشن ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کر لیا۔سحر انور کے مطابق بچی کو جوڈیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا؛ عدالت نے بچی کی عمر کے تعین کے لئے میڈیکل چیک اپ کرنے کی ہدایت کی اور متاثرہ بچی کو دارالامان مردان بھیجنے کا حکم جاری کیا۔علاقہ لنڈے شاہ کے رہائشی نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ بچی کو ٹیکسلا کے شہری کے ہاتھ پیسوں کے عوض فروخت کرنے کی وجہ غربت ہے۔بچی کا خاندان کئی دہائیوں سے علاقے میں مقیم ہے اور حجام ہیں، لیکن معاشی مشکلات کی وجہ سے پیسوں کے عوض یہ باپ اپنی بچی کی شادی پنجاب کے رہائشی سے کرانے پر آمادہ تھا۔خیبر پختونخوا میں بچوں کے حقوق کیلئے کام کرنے والے سماجی کارکن عمران ٹکر نے اس حوالے سے بتایا کہ ایک عرصے سے خیبر پختونخوا میں پیسوں کے عوض بچیوں کو پنجاب میں بیاہنے کی روایت چلی آ رہی ہے جو کہ ایک غیر قانونی فعل ہے۔انہوں نے بتایا کہ کم عمری کی شادی ایک سماجی مسئلہ بن چکی ہے جس سے سماجی مسائل جنم لیتے ہیں۔تعلیم 5 سے لے کر 16 سال تک کے ہر بچے کا بنیادی حق ہے جبکہ کم عمری کی شادی بچوں سے تعلیم کا حق چھین لیتی ہے؛ ماں اور بچوں کئی طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں، اور حمل وزچگی کے دوران ماں اور بچے کی موت کا سب سے بڑا سبب بھی یہی کم سنی کی شادی بتایا جاتا ہے۔عمران ٹکر کے مطابق پاکستان میں کم عمری کی شادی کی شرح 21 فیصد ہے۔18 سال سے قبل شادی کرنے والی لڑکیوں کی شرح خیبر پختونخوا میں 27 فیصد اور ضم شدہ اضلاع میں 35 فیصد ہے" کم عمری کی شادی کے پیچھے سب سے بڑی وجہ غربت ہے۔اس کے علاوہ جغرافیائی، سماجی واقتصادی صورتحال اور تعلیم کی اہمیت وسہولیات کا فقدان بھی کم عمری کی شادیوں کی وجوہات میں شامل ہیں۔ٹکر نے بتایا کہ پاکستان میں 1929 کا میرج ریسٹرینٹ ایکٹ ابھی تک رائج ہے جس میں لڑکی کے لیے شادی کی عمر 16 اور لڑکے کے لیے 18 سال ہے۔خلاف ورزی پر والدین یا دیگر ذمہ داران کے لیے تین سال قید کی سزا مقرر کی گئی ہے جبکہ اسے ناقابل ضمانت جرم قرار دیا گیا ہے۔پنجاب نے اس سلسلے میں 2015 میں قانون سازی کی جس کے تحت کم عمری کی شادی پر والدین اور دیگر افراد کو 6 ماہ قید اور 50 ہزار روپے تک جرمانہ ہو سکتا ہے۔لیکن خیبر پختونخوا، بلوچستان اور اسلام آباد میں کم عمری کی شادی کی روک تھام کے لیے آج تک کوئی قانون سازی نہیں کی گئی، جہاں آج بھی 1929 کا قانون نافذ ہے۔خیبر پختونخوا میں اس حوالے سے 2014 میں ایک بل خیبر پختونخوا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن کے زیرنگرانی ڈرافٹ کیا گیا جس پر تمام طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے سٹیک ہولڈرز کو مشاورت اور رائے کے اظہار کا بھرپور موقع دیا گیا، تاہم یہ بل تاحال صوبائی اسمبلی سے منظوری کا منتظر ہے۔

(عبدالستار)

عورتیں

تنخواہوں کی عدم ادائیگی

نوشکی ضلع نوشکی میں پی پی ایچ آئی میں تین خواتین سمیت 8 ملازمین کو گزشتہ 16 ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کنٹریٹ پر پی پی ایچ آئی میں کام کرنے والے ملازمین نے صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کی مالی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ترجیحی بنیادوں پر ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی عمل میں لانے کے لیے اقدامات کرتے ہوئے انہیں مالی مصائب اور پریشانیوں سے نجات دلائی جائے۔

(محمد سعید)

خاتون کو زنجیروں سے جکڑ دیا

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان میں بعض اطلاعات سامنے آئی ہیں کہ ایک شادی شدہ خاتون کو اس کے بیٹے سمیت زنجیروں میں جکڑ کر قید رکھا گیا ہے۔ زنجیروں میں جکڑ کر قید ہونے والی خاتون اور اسکے کمسن بیٹے کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل کے بعد ایس ایس پی ٹنڈو محمد خان عابد بلوچ نے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے خواتین پولیس اہلکاروں پر مشتمل ایک پولیس ٹیم تشکیل دے کر شوکت کالونی کے چوہان محلے میں خمیسو چوہان کے گھر پر چھاپہ مارا جہاں سے آمنہ زوجہ مرحوم عرس چوہان کو بازیاب کرایا گیا۔ پولیس نے خاتون پولیس اسٹیشن لے کر آئی جہاں پولیس اسٹیشن پر میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ "میں دماغی مریضہ ہوں اور میں گھر سے نکل جاتی ہوں اس لیے گھر والے مجھے رسیوں سے چارپائی کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔" خاتون کے بیان کے بعد پولیس نے خاتون اور بچے کو ورثاء کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

(محمد رمضان شورو)

کمسن بچی سے جنسی زیادتی

اوکاڑہ رینالہ خورد کی رہائشی 13 سالہ بچی ایمان فاطمہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ مسجد اعظم ٹاؤن رینالہ خورد جاتی تھی جہاں قاری تنویر احمد نے اس کو ڈرا دھمکا کر جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ بچی کے طبی معائنے پر معلوم ہوا کہ وہ سات ماہ سے حاملہ ہے۔ مقامی پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے متاثرہ بچی کی والدہ زینت بیگم کی مدعیت میں مقدمہ درج کر لیا تھا۔

(اصغر حسین حماد)

دنیا میں ہر دس منٹ بعد رشتہ داروں کے ہاتھوں خاتون قتل

----- یواین ویمن اور اقوام متحدہ کے ادارہ برائے انسداد منشیات و جرائم (یواین او ڈی سی) نے یہ ہولناک انکشاف کیا ہے کہ دنیا میں ہر 10 منٹ کے بعد ایک خاتون یا لڑکی اپنے شریک حیات/مرد ساتھی یا قریبی رشتہ داروں کے ہاتھوں قتل ہو جاتی ہے۔ گزشتہ سال روزانہ اوسطاً 140 خواتین اور لڑکیاں اس جرم کا نشانہ بنیں۔ تاہم ایسی اموات کی تشویشناک حد تک بڑھتی تعداد کے باوجود اس مسئلے پر جامع اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں اور متوقع طور پر یہ تعداد اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ دونوں اداروں نے یہ بات خواتین پر تشدد کے خلاف 25 ویں عالمی دن پر جاری کردہ اپنی رپورٹ میں بتائی ہے جو 25 نومبر کو منایا جاتا ہے۔ رپورٹ میں مسئلے کی سنگینی کو اجاگر کرتے ہوئے اس پر قابو پانے کے فوری اقدامات پر زور دیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرش نے اس دن پر اپنے پیغام میں کہا ہے کہ خواتین اور لڑکیوں کے خلاف تشدد انسانیت کے لیے شرم کی بات ہے۔ دنیا کو اس مسئلے کا خاتمہ کرنے کے لیے انصاف اور احتساب یقینی بنانا ہوگا۔

عالمی مسئلہ

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ خواتین کے خلاف تشدد بعض ممالک، سماجی معاشی صورتحال اور ثقافتوں سے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ مسئلہ دنیا بھر میں موجود ہے اور ہر جگہ اس کی شدت اور انداز مختلف ہیں۔ براعظم افریقہ شریک حیات/مرد ساتھی اور خاندان کے ہاتھوں قتل ہونے والی خواتین کی تعداد کے اعتبار سے سرفہرست ہے جہاں 2023 میں 21,700 خواتین اور لڑکیوں کو ہلاک کیا گیا۔ اس کے بعد براعظم ہائے امریکہ اور اوشیانا کا نمبر آتا ہے۔ یورپ اور براعظم ہائے امریکہ میں ایسی بیشتر متاثرین اپنے شریک حیات/مرد ساتھی کے ہاتھوں ہلاک ہوئیں اور خواتین پر تشدد کے نتیجے میں ہونے والی مجموعی ہلاکتوں میں ان کی تعداد بالترتیب 64 اور 58 فیصد تھی۔ افریقہ اور ایشیا میں خواتین کے اپنے شریک حیات/مرد ساتھیوں کے بجائے خاندان کے ارکان کے تشدد سے ہلاک ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ یہ اعداد و شمار اس مسئلے کے مختلف ثقافتی اور سماجی پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

معلومات اور احتساب کی ضرورت

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ صرف 37 ممالک کے پاس 2023 میں شریک حیات/مرد ساتھیوں اور خاندان کے ہاتھوں ہلاک ہونے والی خواتین کے بارے میں اعداد و شمار موجود ہیں جبکہ 2020 میں یہ تعداد 75 تھی۔ معلومات کی یہ کمی اس جرم کے بارے میں رجحانات کا اندازہ لگانے اور احتساب یقینی بنانے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔

یواین ویمن اور 'یواین او ڈی سی' نے خواتین کے خلاف تشدد کی روک تھام کی وسیع تر حکمت عملی میں ان معلومات کی لازمی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اداروں کا کہنا ہیکہ آگاہی پر مبنی حکمت عملی کی تیاری، پیش رفت کا اندازہ لگانے اور حکومتوں کو صنفی مساوات کے حوالے سے اپنے وعدوں سے متعلق جوابدہ بنانے کے لیے درست اور شفاف معلومات کی دستیابی ضروری ہے۔

عالمگیر ذمہ داری

خواتین پر تشدد کی روک تھام سے متعلق بیجنگ اعلامیے اور پلیٹ فارم فار ایکشن کو آئندہ برس تین دہائیاں مکمل ہو جائیں گی۔ اس کے علاوہ صنفی مساوات سے متعلق پائیدار ترقی کے ہدف 5 کو حاصل کرنے کا مقررہ وقت بھی قریب آ رہا ہے۔ اس صورتحال میں یہ رپورٹ دنیا سے اس مسئلے پر سنجیدہ اقدامات کا تقاضا کرتی ہے۔ 'یواین او ڈی سی' کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر غادہ ولی نے کہا ہیکہ یہ رپورٹ ایسے مضبوط فوجداری نظام کی ضرورت کو واضح کرتی ہے جس میں خواتین پر تشدد کرنے والوں کا احتساب ہو، متاثرین کو ضروری مدد فراہم ہو سکے اور انہیں اس مسئلے کی اطلاع دینے کے محفوظ اور شفاف نظام تک رسائی بھی ملے۔

تشدد کے خلاف مہم

یواین ویمن کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر سیما باحوس کا کہنا ہے کہ خواتین اور لڑکیوں کے خلاف تشدد ناگزیر نہیں بلکہ قابل انسداد ہے۔ اسے روکنے کے لیے موثر قوانین، درست معلومات، حکومت سے جواب طلبی، اور تشدد مخالف سوچ کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ خواتین کے حقوق کی تنظیموں اور اداروں کے لیے مالی وسائل کی فراہمی بھی بڑھانا ہوگی۔ یہ رپورٹ ایسے موقع پر جاری کی گئی ہے جب خواتین کے خلاف تشدد کی روک تھام کے لیے 16 روزہ مہم کا آغاز بھی ہو رہا ہے۔ آج شروع ہونے والی یہ مہم 10 دسمبر تک جاری رہے گی۔ امسال اس مہم میں خواتین اور لڑکیوں کے خلاف بڑھتے ہوئے تشدد کی جانب توجہ دلائی جا رہی ہے۔ خواتین پر تشدد کے خلاف متحد ہونے کی ضرورت 'اس دن کا خاص موضوع ہے۔

(بشکریہ یواین خبرنامہ)

بچے

دوطالب علم ہلاک

خیبر 6نومبر کوضلع خیبر کی تصیل باڑہ کی دورافتادہ وادی تیراہ میدان برقمبر خیل میں مارٹر گولہ گرنے سے طالب علم بہن بھائی شہید جبکہ 6 طلباء زخمی ہوگئے۔ مکان پر گولہ گرنے سے مکان آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ مقامی ذرائع کے مطابق وادی تیراہ میدان گورنمنٹ پرائمری سکول ہاشم خان کلے کے طلباء چھٹی ہونے کے بعد واپس گھر جارہے تھے کہ بھوتان شریف کے علاقے سرہ چینہ پہنچنے پر نامعلوم سمت سے داغہ جانے والا مارٹر گولہ بچوں کے قریب گر کر پھٹ گیا جس سے سات بچے شدید زخمی ہوگئے۔ جن میں دس سالہ عابد اللہ ولد ثواب گل شدید زخمی ہوکر موقع پر دم توڑ گیا۔ واقعے کے بعد مقامی افراد نے بچوں کو اپنی مدد آپ کے تحت اٹھا کر ہسپتال منتقل کیا۔ اس دوران بچی کلثوم بنت ثواب گل زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے طبی امداد ملنے سے قبل ہی راستے میں دم توڑ گئی۔ آگ بجھانے کے لئے مقامی لوگوں نے مسجدوں میں اعلانات کر کے امدادی کاروائیاں شروع کیں اور کافی جدوجہد کے بعد آگ پر قابو پایا گیا۔ تاہم آگ سے مکان کی تیسری منزل تباہ ہوگئی۔ (مسعود شاہ)

جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا

نوشہروفیروز نوشہروفیروز تھاروشاہ کے علاقہ بھورٹی کے قریب کچے کے علاقہ میں نامعلوم ملزمان نے مبینہ 14 سالہ لڑکی سے مبینہ جنسی زیادتی کی اور جنگل میں پھینک کر فرار ہوگئے۔ تفصیلات کے مطابق تھاروشاہ کے علاقہ بھورٹی میں 14 سالہ لڑکی فرزانہ ولد گلاب خاصخیلی کو مبینہ طور پر دو نامعلوم افراد نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا اور بعدازاں اسے جنگل میں پھینک کر فرار ہوگئے۔ متاثرہ لڑکی کے والد گلاب خاصخیلی اور والدہ منظوراں بی بی نے پولیس کو بتایا کہ " یکم نومبر کو رات گئے 6 مسلح افراد ہمارے گھر میں داخل ہوئے اور ہم میاں بیوی کو تشدد کا نشانہ بنایا اور ہماری بیٹی فرازنہ کو جنگل میں جا کر دو افراد نے ہماری بچی کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ ہمارے شور مچانے پر اہل محلّہ نے آ کر ہمیں کھولا تو ہم بچی کی تلاش میں باہر گئے اور بچی کو زخمی حالت میں اٹھا کر اسپتال منتقل کیا اور پولیس کو اطلاع دی جس پر پولیس نے پہنچ کر واقع کی تفصیلات حاصل کیں اور متاثرہ بچی کا بیان قلم بند کیا۔" متاثرہ خاندان نے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں انصاف فراہم کیا جائے۔ (الطاف حسین قاسمی)

بچوں کے مستقبل کو کئی محاذوں پر سنگین خطرات لاحق، یونیسف رپورٹ

--- پاکستان کے صوبہ سندھ کے سیلاب سے متاثرہ ایک گاؤں میں ایک نو سالہ لڑکی پینے کے لیے پانی لا رہی ہے (فائل فوٹو)۔

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال (یونیسف) نے کہا ہے کہ موسمیاتی حوادث، آبادیاتی تبدیلی اور ٹیکنالوجی سے متعلق عدم مساوات کے باعث بچوں کے مستقبل کو سنگین خطرات لاحق ہیں۔ بچوں کے عالمی دن پر یونیسف کی جاری کردہ ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ یہ تینوں عوامل 2050 تک بچوں کی زندگی کو غیر معمولی طور سے تبدیل کر دیں گے۔ اس دن پر اپنے پیغام میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرش نے کہا ہے کہ یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ 21ویں صدی میں بھی بچے بھوکے، ان پڑھ اور بنیادی طبی سہولیات سے محروم رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ صورتحال انسانیت کے ضمیر پر داغ ہے کہ بچے غربت کی چکی میں پس رہے ہیں یا ان کی زندگیاں قدرتی آفات سے تہ و بالا ہو رہی ہیں۔

بچوں پر موسمیاتی اثرات

'بچوں کی صورتحال اور تبدیل ہوتی دنیا میں ان کے مستقبل' کے موضوع پر جاری کردہ اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 2000 کی دہائی کے مقابلے میں بچوں کے شدید گرمی کی لہروں سے نقصان اٹھانے کا خطرہ آٹھ فیصد اور شدید دریائی سیلابوں سے متاثر ہونے کا خدشہ تین فیصد تک بڑھ گیا ہے۔ 2023ء میں ریکارڈ توڑ گرمی کے بعد متوقع موسمیاتی آفات سے بچے اپنے سماجی معاشی حالات اور وسائل تک رسائی کے تناظر میں غیر متناسب طور پر متاثر ہوں گے۔ یونیسف کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر کیتھرین رسل نے کہا ہے کہ بچوں کو موسمیاتی دھچکوں سے لے کر آن لائن خطرات تک بہت سے مسائل کا سامنا ہے اور آنے والے برسوں میں ان کی شدت بڑھتی جائے گی۔ 2050 تک ان کے لیے بہتر مستقبل تعمیر کرنے کی غرض سے عملی اقدامات درکار ہیں کیونکہ موجودہ حالات میں کئی دہائیوں کی محنت سے حاصل ہونے والی ترقی اور بالخصوص لڑکیوں کے حالات میں آنے والی بہتری خطرے میں پڑ گئی ہے۔

آبادیاتی تبدیلیاں

رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ 2050 تک ذیلی صحارا افریقہ اور جنوبی ایشیا میں بچوں کی آبادی سب سے زیادہ ہوگی۔ اگرچہ صدی کے نصف تک افریقہ میں بچوں کی آبادی 2000 کی دہائی کے مقابلے میں نصف حد تک کم ہونے کا امکان ہے لیکن تب بھی یہ دنیا کے دیگر حصوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔ مشرقی ایشیا اور مغربی یورپ کی آبادی میں 17 فیصد تک کمی آئے گی جبکہ 2000 کی دہائی میں یہ شرح بالترتیب 29 اور 20 فیصد تھی۔ ان آبادیاتی تبدیلیوں کے نتیجے میں مسائل جنم لیں گے کیونکہ بعض ممالک پر بچوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے تناظر میں خدمات کو وسعت دینے کا دباؤ ہوگا جبکہ بعض کو معمر افراد کی بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پوری کرنے کا مسئلہ درپیش رہے گا۔

ڈیجیٹل تقسیم

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ مصنوعی ذہانت اور نئی ٹیکنالوجی نے نئے مواقع بھی کھولے ہیں لیکن امیر اور غریب لوگوں کے مابین ڈیجیٹل تقسیم بدستور واضح ہے۔ رواں سال بلند آمدنی والے ممالک میں 95 فیصد سے زیادہ لوگوں کو انٹرنیٹ تک رسائی حاصل تھی جبکہ کم آمدنی والے ممالک میں یہ تعداد 26 فیصد ریکارڈ کی گئی۔ یونیسف نے یہ بھی بتایا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں نوجوانوں کو ڈیجیٹل صلاحیتوں کے حصول میں مشکلات کا سامنا رہتا ہے جس سے حصول تعلیم اور روزگار سے متعلق ان کے امکانات متاثر ہوتے ہیں۔

امید کی کرن

رپورٹ کے مطابق، ان خدشات کے باوجود بعض مثبت رجحانات بھی دیکھنے کو ملے ہیں۔ نومولود بچوں کے زندہ رہنے کی شرح میں اضافہ ہوگیا ہے اور 2050 تک دنیا بھر میں تقریباً 96 فیصد بچوں کے پرائمری تعلیم حاصل کرنے کی توقع ہے۔ اگر تعلیم اور صحت عامہ پر سرمایہ کاری کو مزید بڑھایا جائے اور بچوں کے لیے ماحولیاتی تحفظ کو بہتر بنانے کے اقدامات کیے جائیں تو صنفی تفاوت اور ماحولیاتی خطرات میں کمی لانا بھی ممکن ہے۔ یونیسف نے بچوں کے لیے تعلیم، خدمات اور پائیدار و مضبوط شہروں پر فوری سرمایہ کاری کی سفارش کی ہے۔ ادارہ تمام بچوں کے لیے بنیادی ڈھانچے، ٹیکنالوجی، ضروری خدمات اور سماجی مدد کے نظام میں موسمیاتی حوالے سے بہتر مضبوطی لانے اور انہیں ربط و محفوظ ٹیکنالوجی کی فراہمی کا عزم رکھتا ہے۔ کیتھرین رسل نے کہا ہے کہ بچوں کے مستقبل کا تعین اس بات سے ہوگا کہ عالمی رہنما ان کے مستقبل کے لیے فیصلے کرنے میں کس حد تک کامیاب رہتے ہیں۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس کی فائرنگ سے طالبہ زخمی

اوکاڑہ تھانہ صدر اوکاڑہ کی حدود غربی بائی پاس پر پولیس معمول کی چیکنگ پر معمور تھی، ایک کار کو مشکوک جان کر روکا، کار کے نہ رکنے پر پولیس اہلکاروں نے فائرنگ کر دی، فائرنگ کے نتیجہ میں کار میں موجود نرسنگ سکول ساہیوال کی طالبہ 22 سالہ غلام سعدیہ شدید زخمی ہوگئی۔ متاثرہ لڑکی کے وارث کی مدعیت میں مقدمہ درج کرلیا گیا ہے، ڈی ایس پی صدر کی نگرانی میں انکوائری کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جو اس واقعہ کے انکوائری کرے گی۔ واقعہ میں ملوث پولیس اہلکاروں اشتیاق سب انسپکٹر، ارسلان c/ 1987، یونس 1448/C اور اجمل 471/ c کو حراست میں لے لیا گیا ہے جبکہ سر پر فائر لگنے سے سعدیہ نامی لڑکی کی حالت تشویشناک ہے۔ (اصغر حسین حماد)

جھوٹی اور بے بنیاد ایف آئی آر

------ جھوٹے اور بے بنیاد ایف آئی آر کو جواز بنا کر گرفتار سکول پرنسپل خان ولی آفریدی کو فی الفور باعزت طریقے سے رہا کیا جائے۔ بصورت دیگر شدید احتجاج پر مجبور ہو جائیں گے۔ ان خیالات کا اظہار پرائیویٹ سکول ایسوسی ایشن باڑہ کے صدر گل ولی آفریدی نے باڑہ پریس کلب میں پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر ان کے ہمراہ اصغر خان آفریدی، عاشور محمد، شیخ گل، ربیا خیل، مختیار اور محمد رفیق سمیت دیگر مختلف پرائیویٹ سکولوں کے پرنسپلز صاحبان اور کثیر تعداد میں طلباء بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ خان ولی آفریدی ایک تعلیمی ادارے کا سربراہ ہے۔ ان کی گرفتاری طلباء کے ہاتھوں سے قلم اور کتاب چھیننے کے مترادف ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ قانون اور آئین کے اندر رہتے ہوئے خان ولی آفریدی کی رہائی کیلئے تمام تر وسائل بروئے کار لائیں گے۔ خان ولی آفریدی اکیلا نہیں بلکہ 80 سکولوں کا ایک مضبوط تنظیم ہے اور ان سکولوں میں پڑھنے والے ہزاروں طلباء ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر خان ولی آفریدی کو رہا نہ کیا گیا تو جمرود اور لنڈی کوتل سمیت خیبر پختونخوا کے دیگر پرائیویٹ سکولز ایسوسی ایشنز کے ساتھ ملکر آئندہ کا لائحہ عمل طے کریں گے۔ دریں اثناء باڑہ پریس کلب کے باہر اساتذہ کرام اور طلباء نے خان ولی آفریدی کی رہائی کیلئے احتجاجی مظاہرہ بھی کیا۔ (مسعود شاہ)

لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے مظاہرہ

نوشکی بلوچ ایکشن کمیٹی کے زیراہتمام تین سال قبل بلوچستان یونیورسٹی سے نوشکی سے تعلق رکھنے والے لاپتہ ہونے والے طالب علم سہیل بلوچ اور فصیح بلوچ کے عدم بازیابی کے لیے احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ پریس کلب کے سامنے احتجاجی ریلی سے بلوچ ایکشن کمیٹی کے وائس چیئرمین نصیب اللہ بلوچ آسیہ بلوچ شارین بلوچ، ماہ نور بلوچ، یاسمین بلوچ اور دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بلوچ نوجوانوں کو تعلیمی اداروں سے لاپتہ کر کے بلوچ نوجوانوں کے مستقبل کو تباہ کیا جارہا ہے۔ اگر ہمارے پیاروں نے کوئی جرم کیا ہے تو انھیں عدالتوں میں پیش کیا جائے۔ مقررین نے کہا اپنے بچوں کو یورپ اور بیرون ممالک بھجوانے والے بلوچ نوجوانوں کو زندانوں اور ٹارچر سیلوں میں اذیت دے رہے ہیں مقررین نے کہا ظلم زیادتی کے خلاف ہمیں متحد ہو کر جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ والدین برسوں سے اپنے پیاروں کی راہ تک رہے ہیں۔ امن کے محافظ ہمیں ظلم جبر اور بربادی دے رہے ہیں۔ اب ہمارے پاس مزاحمت کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اپنے پیاروں کی بازیابی کے لیے ہم پرامن اور جمہوری طریقہ سے کافی جدوجہد کوششیں کی لیکن کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا جس کی وجہ سے ہم مزاحمت پر مجبور ہوئے ہیں اس مقصد کے حصول کے لیے کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ مقررین نے کہا وہ انسانی حقوق کے تنظیموں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ بلوچ نوجوانوں کے بازیابی کے لیے اپنا موثر کردار ادا کریں۔ شرکاء نے لاپتہ ہونے والے نوجوانوں کی تصاویر اٹھا رکھی تھی لاپتہ ہونے والوں کی بازیابی کے لیے نعرے بازی بھی۔

(محمد سعید)

تعلیم

تعلیمی اداروں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی یقینی بنائی جائے

نوشکی تعلیم کے بغیر ترقی اور خوشحالی کا خواب کسی طرح بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا لیکن بدقسمتی سے بلوچستان کی صوبائی حکومت اور ہمارے منتخب عوامی نمائندوں نے تعلیم کے فروغ اور تعلیمی اداروں کی بہتری پر توجہ نہیں دی۔ نوشکی کے سب سے بڑے تعلیمی ادارے ڈگری کالج کی عمارت کھنڈرات کی شکل اختیار کر چکی ہے جو کسی وقت زمین بوس ہو سکتی ہے۔ اس وقت بوائے ڈگری کالج میں 74 منظور شدہ اسامیوں میں سے 50 اسامیاں کئی برسوں سے خالی ہیں اور اسی طرح گرلز ڈگری کالج میں 20 گریڈ پروفیسر کی 1، گریڈ 19 ایسوسی ایٹ پروفیسر کی 2، گریڈ 18 کی اسٹنٹ پروفیسرز کی 8، گریڈ 17 لیکچرار کی 4 اسامیاں دوسالوں سے خالی پڑی ہیں۔ گرلز ڈگری کالج میں 1200 سو سے زائد طالبات زیور تعلیم کے حصول کے لیے آتی ہیں لیکن اساتذہ کی عدم تعیناتی کی وجہ سے ہزاروں طالبات اور طلباء کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے۔ بی ایس پروگرام میں 250 طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے وزیراعلی بلوچستان، وزیر تعلیم سیکریٹری تعلیم اور منتخب عوامی نمائندوں میں سے کسی نے نوشکی کے دونوں بڑے تعلیمی اداروں کا دورہ تک کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ ضلع نوشکی کے 80 فی صد سے زائد تعلیمی ادارے میں بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ بڑی تعداد میں ایس ایس ٹیز کی اسامیاں بھی خالی ہیں۔ ضلع نوشکی کے اکثر تعلیمی اداروں کے مرکزی دروازوں کے سامنے نالیوں کا گند اور کچرا پھینکا جاتا ہے۔ بوائز ڈگری کالج کی کھنڈرات نما عمارت کو منہدم کر کے نئی عمارت کی تعمیر، بوائز ڈگری کالج، گرلز ڈگری کالج میں اسٹاف کی کمی، دیگر تعلیمی اداروں میں کھیل کے میدان سمیت تمام بنیادی سہولیات کی فراہمی اور تعلیمی اداروں کی مکمل صفائی کا بندوبست اور تعلیمی اداروں میں میرٹ کی بنیاد پر تقرریاں عمل میں لاکر تعلیمی معیار میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔

(محمد سعید)

گورنمنٹ کالج کی حالت زار

خیبر باڑہ گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج عالم گودار کی طالبات کے لئے کلاس میں بیٹھنے کے لئے کوئی کرسیاں موجود نہیں ہیں۔ اس موسم میں طالبات فرش پر بیٹھنے پر مجبور ہے۔ بار بار حکام کو آگاہ کرنے کے باوجود کالج کو کرسیاں فراہم نہیں کی گئی۔ باڑہ میں یہ واحد ڈگری کالج ہے جو کہ مختلف مسائل کا شکار ہے والدین نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ کالج میں جلد از جلد کرسیوں کے ساتھ تمام سہولیات فراہم کی جائے بصورت دیگر احتجاجی مظاہرہ کرینگے۔

(مسعود شاہ)

ایک ہی خاندان کے پانچ افراد قتل

بہاولپور بہاولپور کی نجی سوسائٹی ماڈل ایونیو میں 5 افراد کو قتل کر دیا گیا۔اس افسوسناک واقعہ میں 40 سالہ محمد کاشف، ان کی 36 سالہ اہلیہ عروج خان، ان کے بچے جن میں 15 سالہ جہانزیب، 13 سالہ عبداللہ، اور 9 سالہ عبدالوہاب شامل ہیں۔ جبکہ 4 سالہ تسمیہ زخمی ہوئی ہیں۔ان تمام افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا۔ (خواجہ اسد اللہ)

بدامنی کے واقعات میں دو افراد قتل

خیبر باڑہ میں مختلف واقعات میں ایک مسیحی سمیت دو افراد کو فائرنگ کرکے جاں بحق کر دیا گیا جبکہ ایک زخمی ہوگیا۔تحصیل باڑہ بازار میں ورکشاپ مسجد کے ساتھ نامعلوم افراد کی فائرنگ سے طارق نامی شخص جاں بحق، مقتول کا تعلق مسیحی برادری سے بتایا جا رہا ہے،اسی طرح وادی تیراہ قبیلہ ملک دین خیل میں نامعلوم افراد نے ایک شخص کو قتل کر دیا گیا۔مقتول کا نام معویز خان بتایا جا رہا ہے۔دوسری جانب ایک شخص نے فائرنگ کر کے رحمان اللہ ولد رنگین قبیلہ کمر خیل کو شدید زخمی کر دیا۔ دریں اثناء وادی تیراہ علاقہ زڑہ پخہ میں موٹر سائیکل پارکنگ میں دھماکہ، سیکورٹی ذرائع کے مطابق دھماکہ میں متعدد موٹر سائیکل تباہ ہوگئے ہیں۔ دھماکے کیوقت پارکنگ میں کوئی شخص موجود نہیں تھا جبکہ بارودی مواد موٹر سائیکل میں نصب کر کے موٹر سائیکل پارکنگ میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔دھماکے میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔(منظور آفریدی)

بچوں کے عالمی دن کے موقع پر بچوں کے حقوق کے تحفظ پر زور

تربت 20 نومبر 2024 کو بچوں کے عالمی دن کے موقع پر ایچ آر سی پی ریجنل آفس تربت مکران کے زیر اہتمام تربت آفس میں ایک ایڈوکیسی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں متعدد خواتین وحضرات اور بچوں نے شرکت کی۔ پروفیسر غنی پرواز، ناز خاتون، محمد کریم گچکی، مقبول ناصر، عبدالغنی مندی، نائیلہ خدابخش، سجاد حمید دشتی اور شہزاد احمد شامل تھے۔ پروفیسر غنی پرواز کا کہنا تھا کہ بچے قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔اسی وجہ سے زندہ قومیں اور ممالک بچوں اور ان کی زندگی اور مستقبل کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے بہت کچھ کرتے ہیں۔انہی حالات کے پیش نظر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی جانب سے 20 نومبر 1989 کو ایک کنونشن ہوا جس کے ذریعے 54 دفعات پر مشتمل ایک عہدنامہ سامنے آیا۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ دنیا بھر میں اور خصوصاً ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں میں انہیں اپنے یہ جائز حقوق مکمل طور پر فراہم نہیں کیے جاتے۔مثال کے طور پر پاکستان میں لاکھوں بچے سکولوں سے باہر ہیں، لاکھوں بچے کارخانوں، فیکٹریوں، ہوٹلوں اور گیراجوں میں محنت مشقت کر رہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان، فلسطین اور لبنان سمیت دنیا بھر میں نہ صرف بچوں کو انکے جائز حقوق فوری طور پر فراہم کیے جائیں بلکہ انہیں ہر قسم کے نقصانات سے بھی محفوظ رکھا جائے۔ چھوٹی بچی ناز خاتون نے انگلش میں بات کرتے ہوئے کہا کہ بچے من کے سچے ہوتے ہیں وہ جیسا دیکھتے ہیں ویسا ہی سیکھتے ہیں لہذا ہمارے مستقبل کے لیے ہمیں اچھی تعلیم و تربیت دی جائے۔محمد کریم گچکی کا کہنا تھا کہ ہمارے ملک میں حقوق نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور بہت سے لوگ ہیں جو بچوں میں فرق پیدا کرتے ہیں یہ ایک غلط روایت ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں کو ایک ہی نظر سے دیکھنا چاہیے۔مقبول ناصر کا کہنا تھا کہ ایچ آر سی پی کو چاہیے کہ وہ جنگ زدہ علاقوں میں بچوں کے حقوق کی پامالی کو روکنے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ کرے اور ایک ٹیم بنائے جو بچوں کے حقوق کے لیے کام کرے۔عبدالغنی مندی کا کہنا تھا کہ بچوں کے جتنے بھی حقوق ہیں وہ قانوناً تو موجود ہیں لیکن عملی طور پر پامال ہو رہے ہیں۔حکومت کو چاہیے کہ بچوں کے حقوق کا عہدنامہ اسکولوں کے نصابوں میں شامل کرے۔ نائیلہ خدابخش کا کہنا تھا کہ ہمارے معاشرے میں امیروں کے بچوں کے لیے تو حقوق لاگو ہوتے ہیں لیکن غریبوں کے بچوں کے لیے حقوق نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔سجاد حمید کا کہنا تھا کہ بچوں کے عالمی دن لوگوں میں شعور و آگاہی پیدا کرنے کے لیے منایا جاتا ہے لیکن متوسط طبقہ کے لوگ غربت کی وجہ سے بچوں کے بنیادی حقوق بمشکل پورا کر پاتے ہیں۔شہزاد احمد کا کہنا تھا کہ بچوں کے حقوق کے حوالے سے باتیں تو بہت ہوتی ہیں لیکن اب اس سلسلے میں عملی طور پر بھی کام ہونا چاہیے۔

(ایچ ار سی پی ریجنل آفس تربت مکران بلوچستان)

عبادت گاہوں کی بے حرمتی

سیالکوٹ۔فیصل آبادن لکھانوالی سیالکوٹ میں پولیس نے غیر قانونی اقدام کرتے ہوئے احمدی عبادت گاہ کے مینار مسمار کر دیے۔ 27 ج ب فیصل آباد میں انتہا پسندوں نے احمدی عبادت گاہ پر حملہ کر کے مینار اور گنبد مسمار کر دیئے۔دونوں جگہوں پر مقامی افراد نے احمدیوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی سے روکنے کی کوشش کی۔ لاہور ہائی کورٹ کے فیصلہ کے باوجود پولیس کی جانب سے احمدی عبادت گاہوں کی بے حرمتی مسلسل جاری ہے۔25 اور 26 نومبر 2024ء کی درمیانی رات پولیس نے غیر قانونی کارروائی کرتے ہوئے احمدی عبادت گاہ لکھانوالی ضلع سیالکوٹ کے مینار توڑ دیے۔تفصیلات کے مطابق 25 اکتوبر کو سجاد نامی ایک شخص کی درخواست پر پولیس نے احمدیوں کو اپنی عبادت گاہ کے مینار گرانے کا کہا۔جس پر احمدیوں نے پولیس کو اپنے موقف سے آگاہ کیا کہ یہ عبادت گاہ 1980 میں بنائی گئی اور 1984 کیآرڈیننس سے پہلے کی تعمیر شدہ ہے۔لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس طارق سلیم شیخ صاحب نے عمران حمید بنام ریاست میں 10 اپریل 2023 کو فیصلہ جاری کیا تھا۔ جس میں قرار دیا تھا کہ 1984 سے قبل تعمیر کی گئی احمدی عبادت گاہوں کو منہدم یا ان کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔لکھانوالی کے مقامی لوگوں نے پولیس کو بتایا کہ انہیں احمدیوں کی عبادت گاہ کے مینار سے کوئی مسئلہ نہیں ہے تو درخواست دہندہ کو کیا مسئلہ ہے جو ہمارے گاؤں کا بھی نہیں ہے۔بعدازاں 25 اور 26 نومبر کی درمیانی رات ایس ایچ او تھانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ مع 35 پولیس اہلکاران آیا۔ان کے ساتھ ایک مزدور بھی تھا۔انہوں نے مینار توڑا اور ملبہ ساتھ لے گئے۔دوسرے واقعہ میں 26 نومبر 2024ء بروز منگل صبح 11 بجے کے قریب انتہا پسندوں نے احمدی عبادت گاہ واقع چک نمبر 27 ج ب فیصل آباد پر دھاوا بول دیا۔20 شر پسند افراد موٹر سائیکلوں پر آئے اور تالے توڑ کر احمدی عبادت گاہ میں داخل ہو کر محراب کو توڑنے لگے جبکہ بعض عبادتگاہ کی چھت پر چڑھ گئے اور انہوں نے مینار گرادئے نیز گنبد کو بھی نقصان پہنچایا۔مذکورہ شر پسندوں کے پاس اسلحہ بھی موجود تھا۔جس وقت یہ شر پسند اپنی کارروائی کر رہے تھے اس وقت محلّہ کے افراد بھی جمع ہو گئے اور انہوں نے شر پسندوں کو روکنے کی کوشش کی۔مقامی افراد کے منع کرنے پر ان شر پسندوں نے اپنے آپ کو قانون نافذ کرنے والے ادارے کا اہلکار ظاہر کیا۔کارروائی کے بعد یہ لوگ موقع سے فرار ہوگئے۔ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان عامر محمود نے لکھانوالی ضلع سیالکوٹ میں پولیس کے غیر قانونی اقدام اور 27 ج ب فیصل آباد میں شر پسندوں کے احمدی عبادتگاہ پر حملہ کر کے مینار اور گنبد مسمار کرنے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ افسوس کی بات ہے قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی لاہور ہائی کورٹ کے واضح فیصلہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ترجمان نے کہا کہ پولیس احمدی عبادت گاہ کی بے حرمتی کرے یا شر پسند عناصر احمدیوں کی عبادتگاہوں پر حملہ کر کے میناروں کو مسمار کریں، دونوں صورتوں میں وطن عزیز کا نام عالمی برادری میں گہنا رہا ہے۔ایسے قانون شکن عناصر پاکستان کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ترجمان نے مطالبہ کیا کہ احمدیوں کی عبادتگاہوں کی حفاظت کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں اور پاکستان میں رہنے والے محبّ وطن احمدیوں کے جان و مال کو تحفظ فراہم کرتے ہوئے احمدیوں کے خلاف نفرت انگیز مہم کو روکا جائے۔ (عامر محمود)

ایچ آر سی پی شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص سیل موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔اس وقت سے،ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ہم جونہی خواتین کے خلاف تشدد،محکمہ جاتی مسائل،اقلیتوں کے حقوق،جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب،جبری گمشدگیوں،سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔تاہم،مالی معاونت،سیاسی پناہ،جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار

جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کر دیتے ہیں۔ہمارا بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

ہم سے رابطہ کریں

اگر آپ نے کوئی شکایت درج کرانی ہے تو ہمیں کال کر سکتے ہیں،واٹس ایپ کر سکتے ہیں،ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کر سکتے ہیں۔
آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کر سکتے ہیں۔

لاہور	کراچی	پشاور
ایوان جمہور۔107 ٹیپو بلاک،نیو گارڈن ٹاؤن،لاہور 54600 فون : 5969 3586 ,8341 3583 ,4994 3586 42 92+ ای۔میل : hrcp@hrcp-web.org ویب سائیٹ : www.hrcp-web.org مرکز شکایات سیل فون : 5969 3584 042 92+ موبائل: 4884 341 0321 92+ ای میل: complaints@hrcp-web.org	یونٹ نمبر 08،فلور 1 سٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5(الاکو ہاؤس) عبداللہ ہارون روڈ صدر،کراچی۔74400 فون : 7132 3563 ,7131 3563 21 92+ شکایات سیل(موبائل) : 6287 111 315 92+ ای میل : karachi@hrcp-web.org	43،گلشن اقبال لین (نزد ارباب روڈ سٹاپ) یونیورسٹی روڈ،پشاور فون : 4253 584 091 92+ شکایات سیل(موبائل) : 0640 950 0318 92+ ای میل : peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد	کوئٹہ	حیدر آباد
آفس 1-B،فلور 2 بلاک ڈی-12،(اوپر فیصل بینک) جی 8،مرکز،اسلام آباد فون : 1127 835 51 92+ شکایات سیل(موبائل): 4773 569 333 92+ ای میل : islamabad@hrcp-web.org	فلیٹ نمبر C-6 کبیر بلڈنگ ایم۔اے جناح روڈ،کوئٹہ فون : 7869 282 81 92+ شکایات سیل(موبائل) 6125 294 306 92+ ای میل : quetta@hrcp-web.org	306- فائزہ آرکیڈ،(لوفٹ اینڈ میزانائن فلور) نزد مسجد حاجی شاہ بخاری درگاہ صدر کنٹونمنٹ،حیدر آباد فون : 770 720 ,3688 278 22 92+ فیکس : 4645 278 22 92+ شکایات سیل(موبائل) : 2222 339 310 92+ ای میل : hyderabad@hrcp-web.org

ملتان	گلگت	تربت/مکران
2511/5A ابدالی کالونی نزد بریٹین سکول ملتان فون : 7217 451 61 92+ شکایات سیل(موبائل) : 5529 665 331 92+ ای میل : multan@hrcp-web.org	آفس نمبر 8-9،رانگ ٹیل پلازہ جماعت خانہ روڈ،ذوالفقار آباد کالونی، جتیال،گلگت موبائل : 5553 547 0344 92+ شکایات سیل(موبائل) : 1088 454 355 92+ ای میل : gilgit@hrcp-web.org	پرواز ہاؤس، بالمقابل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پسنی روڈ،تربت،کیچ فون : 365 413 852 92+ شکایات سیل(موبائل) : 2406 234 323 92+ ای میل : turbat@hrcp-web.org

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ
یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلی کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشو نما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو و نما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سید رضا شاہ